تزئین وتحسین ــ شرعی اُصول وحدود

خالد سیف اللہ رحمانی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین قالب میں پیدا کیا ہے: ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ''(التین:۵) انسان اپنے ناک نقشہ، رنگ وروپ اور جسمانی خوبصورتی کے اعتبار سے دنیا کی تمام مخلوقات میں امتیازی شان رکھتا ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے صرف اسی پر اکتفاء نہیں کیا؛ اپنے حسن کو نکھارنے اور مصنوعی وسائل کے ذریعہ اپنے آپ کو خوبصورت تر بنانے کا ذوق بھی اسے عطافرمایا اور اس کا سلیقہ بھی اس کے اندر ودیعت فرمایا؛ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ حیوانات ونباتات اور جمادات تو قدرتی حسن وجمال پر قانع ہیں؛ لیکن انسان کی حوصلہ مند طبیعت اس پر قانع نہیں رہ سکی، اس نے سر کے بال سے پاؤں کے ناخن تک اپنے آپ کو سنوارنے اور اپنے جلوۂ حسن کو آب وتاب بخشنے کے لئے ایک سے ایک تدبیریں کر رکھی ہیں اور اب تو تحسین وتزئین کے لئے ایک مستقل سائنس وجود میں آچکی ہے اور اس سلسلہ میں کارآمد چیزوں کا مستقل مارکٹ موجود ہے۔

شریعت اسلامی کا امتیاز ایسے احکام میں اعتدال ہے، وہ فطرت کا گلا بھی نہیں گھونٹتا اور ایک حد تک انسان کو اپنی خواہشات اور طبعی جذبات کو پوری کرنے کی اجازت دیتا ہے، مگر وہ ایسے غلو اور افراط کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اخلاقی حدیں پامال ہوجائیں، انسان اسراف میں مبتلا ہوجائے اور جو چیزیں انسانی زندگی کے لئے ضروری نہیں ہیں، انسان ان کو ضرورت کا درجہ دینے لگے، یہی راہ اعتدال جو انسان کو افراط وتفریط سے بچائے رکھے، شریعتِ اسلامی کا اصل مزاج ہے اور تزئین وآرائش کے باب میں بھی اس نے اسی راہ پر چلنے کی تلقین کی ہے۔

تزئین وآرائش کی جائز صورتیں کیا ہیں؟ اور کن صورتوں کو اسلام میں منع کیا گیا ہے؟ــــ اس پر گفتگو کرتے ہوئے تین باتیں پیش نظر رکھنی چاہئیں، اول: یہ کہ فی زمانہ تزئین وآرائش کی کیا کیا صورتیں مروج ہیں؟ دوسرے: تزئین وآرائش کے سلسلہ میں شریعت کے بنیادی اُصول کیا ہیں؟ قرآن مجید سے ہمیں کیا رہنمائی ملتی ہے اور فقہاء نے اس سلسلہ میں کیا لکھا ہے؟ تیسرے: تزئین کی مختلف صورتوں کے الگ الگ کیا احکام ہیں؟

تزئین کی مختلف صورتیں

تزئین کے لئے جو وسائل استعمال کئے جاتے ہیں، وہ بنیادی طور پر دوطرح کے ہیں: ایک خارجی ذرائع،

جن کا براہ راست جسم انسانی سے تعلق نہیں، دوسرے وہ ذرائع، جو انسانی جسم سے متعلق ہیں۔

خارجی ذرائع دو ہیں :

(الف) ملبوسات۔

(ب) زیورات۔

جو ذرائع براہ راست جسم سے متعلق ہیں، وہ بھی دو طرح کے ہیں :

(الف) عارضی۔

(ب) مستقل۔

عارضی ذرائع

عارضی ذرائع کی درج ذیل صورتیں اس وقت مروج ہیں :

(۱) بال کے ساتھ انسانی بال، حیوانی بال، یا مصنوعی بال کا استعمال۔

(۲) بال میں سیاہ یا کسی اور رنگ کا خضاب۔

(۳) چہرے پر کریم یا پاؤڈر کا استعمال۔

(۴) آنکھوں میں کاجل یا سرمہ۔

(۵) رُخسار پر مصنوعی تل۔

(۶) ہونٹوں پر لپ اسٹک۔

(۷) دانتوں میں مسّی۔

(۸) پیشانی یا چہرہ یا ہاتھوں یا پنڈلیوں سے بالوں اور رونگٹوں کو صاف کرانا۔

(۹) ہاتھ پاؤں کے ناخنوں پر پالش۔

(۱۰) ہاتھ پاؤں میں مہندی کا استعمال۔

(۱۱) بالوں کو خاص ڈیزائن دینے کے لئے کاٹنا، یا گھونگھر والا بنانا۔

(۱۲) بھنووں کا بال کاٹ کر یا اکھاڑ کر باریک کرنا۔

مستقل صورتیں

تزئین کی مستقل صورتیں بعض عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں، بعض مردوں اور عورتوں کے درمیان مشترک، بعض کے لئے دوا یا غذا کا استعمال کافی ہے اور بعض کے لئے آپریشن کی ضرورت پیش آتی ہے، فی الجملہ اس کی حسبِ ذیل صورتیں ہیں :

علاج — ایک جائز عمل

(۱) سروں پر بال نہ ہوں، اس لئے آپریشن کے ذریعہ سر پر بال کی کھیتی کی جائے۔

(۲) آنکھیں ترچھی ہوں، انھیں آپریشن کے ذریعہ درست کرایا جائے۔

(۳) ناکیں پھیلی ہوئی ہوں، انھیں آپریشن کے ذریعہ پتلی اور نوکدار بنایا جائے، یا زیادہ اونچی ہوں اور انھیں معتدل کیا جائے۔

(۴) ہونٹ کٹے ہوئے ہوں، انھیں درست کرایا جائے، خواہ پیدائشی طور پر کٹے ہوئے ہوں یا بعد میں کٹ گئے ہوں۔

(۵) ہونٹ موٹے ہوں، انھیں آپریشن کے ذریعہ باریک کیا جائے۔

(۶) رخسار چپکے ہوئے ہوں، انھیں آپریشن کے ذریعہ اُبھارا جائے، یا چہرہ چوڑا ہو، انھیں آپریشن کے ذریعہ گول بنایا جائے۔

(۷) ٹھوڑیوں کو ہموار اور خوبصورت بنایا جائے۔

(۸) پستان زیادہ اُبھرے ہوئے ہوں، انھیں کم کیا جائے، یا چھوٹے ہوں، انھیں اُبھارا جائے۔

(۹) پیٹ پر چربی کی جو تہیں جم جاتی ہوں، انھیں نکالا جائے؛ تاکہ بدن سڈول محسوس ہو۔

(۱۰) کولہوں سے آپریشن کے ذریعہ چربی نکالی جائے؛ تاکہ بھدا پن دور ہو۔

(۱۱) جسم کے مختلف حصوں میں عمر کے ساتھ ساتھ جو جھریاں پڑ جاتی ہیں، انھیں آپریشن کر کے کسا جائے اور جھریوں کو دور کیا جائے۔

(۱۲) جسم میں کسی بھی جگہ پر جلنے، کٹنے یا زخم ہونے کی وجہ سے جو نشانات پڑ گئے ہوں، انھیں دور کیا جائے۔

(۱۳) ہاتھ یا پیٹھ وغیرہ پر گودایا جائے۔

(۱۴) کان کی وضع کو درست کرنے کے لئے آپریشن کرایا جائے۔

یہ مختلف صورتیں ہیں، جو حسن کو بڑھانے یا کسی عیب کو دور کرنے یا ظاہری طور پر کبرسنی کے نشانات واثرات کو کم کرنے اور ختم کرنے کے لئے اختیار کی جاتی ہیں اور عام طور پر ان کے لئے آپریشن کی ضرورت پڑتی ہے۔

بنیادی شرعی اُصول وقواعد

تزئین وآرائش کے سلسلہ میں شریعت کے عمومی اُصول جو کتاب اللہ، سنتِ رسول اور کتاب وسنت سے ماخوذ فقہی قواعد اور فقہاء کے اجتہادات سے مستنبط ہوتے ہیں، وہ اس طرح ہیں :

۱- شریعت میں علاج نہ صرف جائز ہے؛ بلکہ ضرورت کے اعتبار سے کبھی مستحب اور کبھی واجب بھی ہوجاتا ہے؛ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے علاج کرنے کا حکم فرمایا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علاج کراؤ؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے لئے دوا پیدا کی ہے، ''**فان الله لم يضع داءً إلا وضع له دواء غير داء واحد : الهرم**''۔(۱)

آپ نے مختلف طریقۂ علاج کی بھی نشاندہی کی ہے، جیسے داغنا، پچھنا لگانا، —— جو علاج ہی کی ایک صورت ہے —— اور غسل کرنا وغیرہ، علاج جسم کے اندرونی حصہ کا بھی ہوتا ہے اور جسم کے ظاہری حصہ کا بھی، علاج کا مقصد تکلیف کو دور کرنا ہے، تکلیف جسمانی بھی ہوتی ہے، جیسے بخار، درد، جلن وغیرہ، اور تکلیف نفسیاتی بھی ہوتی ہے، یعنی شرمندگی، احساسِ کمتری، یہ تکلیف بھی جسمانی تکلیف سے کم درجہ کی نہیں ہوتی؛ کیوں کہ اس کی وجہ سے انسان لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے کی ہمت نہیں پاتا، کبھی کبھی تو ان احساسات کی وجہ سے انسان کا دماغی توازن متاثر ہوجاتا ہے یا وہ دل کی بیماریوں میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

احادیث کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس نفسیاتی تکلیف کو بھی معتبر مانا گیا ہے؛ چنانچہ حدیث میں بنی اسرائیل کے واقعہ کا ذکر موجود ہے، جس میں ایک اندھے، ایک گنجے اور ایک مبروص کے فرشتہ کی طرف سے امتحان اور پھر اس کی شفایابی کا ذکر ہے، ان میں سے گنجے اور مبروص کو کوئی جسمانی تکلیف نہیں ہوتی، وہ صرف نفسیاتی تکلیف اور احساس کمتری میں مبتلا ہوتا ہے، اسی طرح نابینا بھی گو بعض مشکلات سے دوچار ہوتا ہے؛ لیکن کسی ایسی جسمانی تکلیف سے دوچار نہیں ہوتا، جو اسے بے چین رکھے اور تڑپائے؛ اس کی تکلیف بھی زیادہ تر نفسیاتی جہت سے ہی ہوتی ہے، اس طرح شریعت کی جانب سے جسمانی عیب کو وزن دینا تو ضرور ہی ثابت ہوتا ہے۔

اسی کی ایک مثال حضرت عرفجہ کی پہلے چاندی پھر سونے کی ناک بنوانا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس کی اجازت دینا ہے:

> **عن عرفجة بن اسعد قال أصيب أنفي يوم الكلاب في الجاهلية فاتخذت أنفا من ورق فانتن عليّ فأمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أتخذ أنفاً من ذهب ۔ (۲)**
>
> حضرت عرفجہ سے مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جنگ کے دن میری ناک کٹ گئی، میں نے چاندی کی ناک بنالی، اس میں بدبو پیدا ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں سونے کی ناک بنوالوں۔

---

(۱) دیکھئے: سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب الرجل یتداویٰ، حدیث نمبر: ۳۸۵۵۔

(۲) ترمذی: ۳۰۷/۱، کتاب اللباس، باب ماجاء فی شد الأسنان بالذهب، حدیث نمبر: ۱۷۷۰۔

بلکہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جسمانی عیب کو دور کرنے کے لئے اگر کوئی حلال شئ کافی نہ ہو، تو حرام چیز کا بھی استعمال کیا جاسکتا ہے؛ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے مردوں کے لئے سونے کو حرام قرار دیا ہے اور سوائے انگوٹھی کے ان کے لئے چاندی بھی حلال نہیں؛ لیکن ناک کو درست کرنے کے لئے آپ نے چاندی اور سونے کی مصنوعی ناک کی اجازت مرحمت فرمائی۔

حاصل یہ ہے کہ ایسا جسمانی عیب جو بدنمائی اور احساس کمتری پیدا کرتا ہے، بیماری میں شامل ہے اور اس کا تدارک علاج کے دائرہ میں آتا ہے۔

خلقت میں تبدیلی اور اس سے مراد

۲- اللہ تعالیٰ نے اصل خلقت میں تغیر پیدا کرنے سے منع فرمایا ہے؛ چنانچہ قرآن مجید نے اس کو شیطانی عمل قرار دیا ہے، شیطان کی بات نقل کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللهِ۔ (النساء:۱۱۹)

میں انھیں ضرور گمراہ کروں گا، انھیں خواہشات میں مبتلا کروں گا اور انھیں حکم دوں گا کہ وہ جانوروں کے کان چیر دیں اور انھیں حکم دوں گا کہ وہ اللہ کی خلقت میں تبدیلی پیدا کریں۔

اس آیت میں اللہ کی خلقت سے کیا مراد ہے؟ —— اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس، ابراہیم نخعی، امام مجاہد، حسن بصری، قتادہ وغیرہ نے یہاں ''خلق'' سے اللہ کا دین مراد لیا ہے (۱) —— امام ابوجعفر طبری نے اسی کو ترجیح دیا ہے اور ان کے نزدیک دین کے تمام احکام اس میں شامل ہیں (۲)، یہی علامہ ابن کثیر نے بھی لکھا ہے (۳) —— یہی قول سعید بن جبیر، سعید بن مسیّب، ضحاک وغیرہ کا بھی ہے (۴)، امام فخر الدین رازی نے اس پر قرآن مجید کی آیت ''**فِطْرَةَ اللهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا**'' (الروم:۳۰) اور حدیث ''**کل مولود یولد علی الفطرة الخ**'' (۵) سے استدلال کیا ہے؛ کیوں کہ فطرت اور خلق ہم معنی الفاظ ہیں (۶)، الفاظ کے فرق کے ساتھ

---

(۱) البحر المحیط لابی حیان الاندلسی:۳/۳۵۳، النساء:۱۱۹۔

(۲) دیکھئے: تفسیر طبری:۲/۵۶۰-۵۶۱۔

(۳) تفسیر ابن کثیر:۱/۶۷۸۔

(۴) دیکھئے: مفاتیح الغیب:۵/۴۵۲۔

(۵) سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب فی ذراری المشرکین، حدیث نمبر:۴۷۱۴۔

(۶) دیکھئے: مفاتیح الغیب: ۵/۴۵۲۔

اسی کوعلامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھاہے(۱)، علامہ ثعالبی نے ابن زید کو بھی اسی کا قائل قرار دیا ہے(۲)اور دوسرے اہل علم نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔(۳)

اس رائے کے مطابق ''تغیر خلق'' پورے دین میں تغیر سے عبارت ہے؛ اسی لئے علامہ طبری کے بقول تمام وہ باتیں اس میں شامل ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور کوئی انسان اُن کا ارتکاب کرتا ہے: ''**وإذا كان ذلک المعنى ، دخل فی ذلک فعل كل ما نهى الله عنه** ''(۴)اور آیت کا سیاق بھی اس تفسیر کے خلاف نہیں ہے؛ کیوں کہ اس سے پہلے ایک مشرکانہ فعل یعنی بتوں کے نام پر جانور کو چھوڑنے اور علامت کے طور پر اس کے کان کو چیرنے کا ذکر آیا ہے اور ظاہر ہے کہ شرک سے بڑھ کر اللہ کے دین میں تبدیلی کی کوئی اور صورت نہیں ہوسکتی۔

تغییر کے سلسلہ میں دوسری تفسیر ''جسمانی تبدیلی'' سے کی گئی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جس وضع پر انسان یا حیوان کو پیدا فرمایا ہے، اس میں تبدیلی لائی جائے؛ چنانچہ حسن بصری نے اپنے بال کے ساتھ دوسروں کے بال جوڑنے اور گودانے وغیرہ کو اس کا مصداق قرار دیا ہے، امام فخر الدین رازی نے حضرت انس، شہر بن حوشب، عکرمہ اور ابوصالح سے جانور کو خصی کرنے، کان کاٹنے اور آنکھیں پھوڑنے سے اس کی تفسیر نقل کی ہے، یہاں تک کہ اسی وجہ سے حضرت انس بکرے کے خصی بنانے کو جائز نہیں سمجھتے تھے'' ...... **أن معنى تغيير خلق الله ههنا هو الإخصاء وقطع الأذان وفقئ العيون ولهذا كان أنس يكره إخصاء الغنم** ''(۵)حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی مروی ہے کہ وہ گودانے کو بھی تغییر خلق قرار دیتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت انس، عکرمہ، ابوصالح اور قتادہ سے تغییر خلق سے مراد خصی کرنا بھی منقول ہے(۶)اسی کو مفسر ابوسعود نے ترجیح دیا ہے اور اس کی تنقیح کرتے ہوئے لکھا ہے :

> **(ولآمرنهم فليغيرن) ممثلين به (خلق الله) عن نهجه صورة أو صفة ، وينتظم فيه ما قيل من فقئ عين الحامى ، وخصاء العبيد والوشم والوشر ونحو ذلک ، وعموم اللفظ يمنع الخصاء مطلقاً ، لكن الفقهاء رخصوا فی البهائم ثم لمكان الحاجة ۔ (۷)**

---

(۱) دیکھئے: الجامع لأحكام القرآن:۵/۲۵۲۔ (۲) الجواهر الحسان:۲/۳۰۲۔

(۳) دیکھئے: أحكام القرآن لابن العربی:۱/۶۳۱، معالم التنزيل للبغوی:۵/۶۰۱۔

(۴) تفسير طبری:۲/۵۶۱۔ (۵) مفاتيح الغيب:۵/۴۵۳۔

(۶) البحر المحيط:۳/۳۵۳، نیز دیکھئے: الكشاف:۱/۲۹۹۔

(۷) تفسير ابی السعود:۱/۲۳۴۔

(اور ہم انھیں حکم دیتے ہیں؛ چنانچہ وہ بدل ڈالتے ہیں) مثلہ کرتے ہوئے (اللہ کی تخلیق کو) اس کے اصل نہج سے صورت کے اعتبار سے یا سیرت کے اعتبار سے، اوراس میں وہ صورتیں شامل ہیں جن کا ذکر کیا گیا، یعنی ایسے اونٹ کی آنکھ کا پھوڑ دینا جس سے دس حمل قرار پا چکے ہوں، غلاموں کو آختہ کر دینا، جسم پہ گوندنا، دانت کو باریک بنانا وغیرہ اور لفظ کے عموم کا تقاضا تو یہ ہے کہ جانور کو خصی کرنا مطلقاً ممنوع ہو؛ لیکن فقہاء نے ضرورت کی بنا پر جانوروں میں اس کی اجازت دی ہے۔

اس تفسیر کے لئے بھی آیت کے سیاق میں قرینہ موجود ہے؛ کیوں کہ جہاں تغییر خلق کا ذکر ہے، اس سے پہلے جانور کے جسم میں تصرف یعنی اس کے کانوں کے چیرنے کا تذکرہ آیا ہے — حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے؛ کیوں کہ پورا دین معنوی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی معنوی تخلیق ہے اور جسمانی وضع یہ اللہ تعالیٰ کی مادی تخلیق ہے اور دونوں طرح کی تبدیلیاں ''فلیغیرن خلق اللہ'' میں شامل ہیں؛ اسی لئے علامہ ابن عربی نے ''خلق اللہ'' سے ''دین اللہ'' مراد ہونے کے ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اگرچہ اس معنی کا بھی احتمال ہے؛ لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس آیت کی مراد یہی ہے: ''وان کان محتملاً فلا نقول : أنه المراد بالآية''۔(۱)

جسمانی تبدیلیوں کے اس آیت میں شامل ہونے کی ایک واضح دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے :

لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن والمغیرات خلق اللہ تعالیٰ ۔ (۲)

اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گوندنے والی گوندانے والی پر، بال اُکھاڑنے والی، اُکھڑوانے والی پر، خوبصورتی کے لئے دانتوں میں کشادگی پیدا کرنے والی پر اور اللہ کی خلقت میں تبدیلی کرنے والیوں پر۔

ایک دوسری روایت میں ہے :

لعن النبی صلی اللہ علیه وسلم الواصلة والمستوصله والواشمة والمستوشمة ۔ (۳)

رسول اللہ ﷺ نے بال جوڑنے والی، جوڑوانے والی، گوندنے والی اور گوندوانے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔

---

(۱) أحكام القرآن لابن العربی:۱/۶۳۱۔

(۲) بخاری، کتاب اللباس، باب المتفلجات للحسن، حدیث نمبر:۵۹۳۱۔

(۳) بخاری، کتاب اللباس، حدیث نمبر:۵۹۴۰۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے جسمانی تبدیلی کی تین صورتیں ذکر فرمائی ہیں، بالوں کا جوڑنا، بدن کا گودنا اور دانتوں کو کشادہ کرنا، نیز اس کے بعد ایسا کرنے والی عورتوں کو اللہ تعالیٰ کی خلقت میں تغیر کرنے والا قرار دیا گیا ہے، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس مذمت میں جسمانی تغییر بھی شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پیدائشی وضع ہو، اس میں تبدیلی کا دائرہ بہت وسیع ہے اور اگر ہر تبدیلی کو ناجائز قرار دیا جائے، تو اس سے بڑی دقت اور مشقت پیدا ہو جائے گی؛ اسی لئے اس کی تشریح و توضیح میں اہل علم کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے، اس سلسلہ میں چند نکات کی وضاحت مناسب محسوس ہوتی ہے :

(الف) ایسی تغییر جس سے کسی جائز منفعت کا حصول مقصود ہو، تغییر حرام کے دائرہ میں نہیں آتی اور شریعت میں اس کی کئی نظیریں موجود ہیں؛ چنانچہ ہدی کے جانور کے اِشعار کی اجازت دی گئی ہے(۱)؛ حالاں کہ یہ بھی جسمانی تغییر کے دائرہ میں آتا ہے، اسی طرح جمہور کے نزدیک جانور کو خصی کرنا جائز ہے؛ کیوں کہ حلال جانوروں کا ایک مقصد گوشت کا کھانا بھی ہے اور خصی کرنے کی وجہ سے جانور فربہ ہوتا ہے اور اس کے گوشت کی لذت بڑھ جاتی ہے؛ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت انس ؓ کے نقطۂ نظر کو فقہاء نے قبول نہیں کیا ہے کہ جانور کو خصی کرنا جائز نہیں، اسی طرح ختنہ کو بھی تغییر مباح؛ بلکہ تغییر مطلوب میں شامل کیا جا سکتا ہے۔

(ب) دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ 'خلق اللہ' سے ہر شخص کی انفرادی تخلیقی وضع مراد ہے یا عمومی تخلیقی وضع؟ یعنی عادۃً انسان جس وضع اور ہیئت پر پیدا ہوتا ہے، وہ مراد ہے؟ — اس سلسلے میں جو بات سمجھ میں آتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس سے وہ وضع و ہیئت مراد ہے، جو عامۃً انسان کے اندر پائی جاتی ہے، مثلاً انسان کے ایک ہاتھ میں پانچ انگلیاں ہوتی ہیں، اگر کسی کو پانچ کے بجائے چھ انگلیاں ہوں اور وہ چھٹی انگلی کو آپریشن کے ذریعہ علاحدہ کردے، تو اس کا شمار تغییر خلق میں نہیں ہوگا؛ کیوں کہ عام تخلیقی وضع ایک ہاتھ میں پانچ ہی انگلی کی ہے؛ چنانچہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ فرماتے ہیں :

> **فإن الظاهر أن المراد بتغيير خلق الله سبحانه و تعالى حيوانا على صورته المعتادة لا يغير فيه ؛ لا أن ما خلق على خلاف العادة مثلا كاللحية للنساء أو العضو الزائد فليس تغييره تغيير خلق الله ۔ (۲)**
>
> بظاہر جانور کی تخلیق میں تبدیلی سے مراد یہ ہے کہ اس کی معتاد صورت میں تبدیلی نہ کی جائے، اگر کوئی خلاف عادت صورت پر پیدا ہوا ہو، جیسے عورت کو داڑھی نکل آئی ہو یا کوئی زائد عضو نکل آیا ہو تو اس میں تبدیلی اللہ کی خلقت میں تبدیلی نہیں ہے۔

---

(۱) بخاری، کتاب الحج، باب اشعار البدن، حدیث نمبر:۱۶۹۹۔ (۲) بذل المجہود:۵/۷۲-۷۳۔

(ج) تغییرِ جسم اس وقت ممنوع ہے، جب اس کا واحد مقصد حسن افزائی اور حسن نمائی کا جذبہ ہو؛ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشاد میں ''للحسن'' کی قید لگائی ہے؛ چنانچہ ملا علی قاری اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امام نووی ؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں :

فيه إشارة إلى ان الحرام هو المفعول لطلب الحسن ، أما لو احتاجت إليه لعلاج أو عيب في السن ونحوه فلا بأس به ۔ (۱)

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حرام وہ فعل ہے، جو خوبصورتی حاصل کرنے کے لئے کیا گیا ہو، اگر علاج یا دانت کے عیب وغیرہ کی وجہ سے اس کی ضرورت پڑ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اسی طرح علامہ بدرالدین عینی ؒ کا بیان ہے :

قوله " للحسن " اللام فيه للتعليل احترازاً عما لو كان للمعالجة ومثلها ۔ (۲)

''للحسن'' میں 'لام' علت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر یہ عمل علاج اور اس طرح کی کسی غرض کے لئے ہو تو وہ اس ممانعت میں شامل نہیں ہے۔

(د) جسم میں ایسا تغیر ناجائز ہے، جو بہ تکلف کیا جائے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ''متفلجات'' یعنی دانتوں کے درمیان مصنوعی طور پر فصل پیدا کرنے کو منع فرمایا، یہ بات قابل لحاظ ہے کہ اس میں ''تفعل'' کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، جس میں ''تکلف'' کا معنی پایا جاتا ہے، اگر تکلف کے بغیر تحسین وتجمیل کے لئے کوئی تدبیر اختیار کی جائے، جس میں دھوکہ دہی کی صورت نہ پائی جائے، تو اس کی گنجائش ہے؛ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ لڑکیوں کے ناک اور کان کے چھیدنے کی فقہاء نے اجازت دی ہے؛ چنانچہ ابن البزرکردریؒ رقم طراز ہیں :

ولا بأس بثقب أذن البنات وحلقها رأسها لوجع ، لايكره ، وإن تشبهاً بالرجل تحرم ۔ (۳)

لڑکیوں کے ناک چھیدنے میں مضائقہ نہیں ہے اور تکلیف کی وجہ سے اس کا سر منڈانا مکروہ ہے، ہاں! اگر مردوں سے مشابہت کے لئے ہو، تو سر منڈانا حرام ہے۔

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح: ۸/۲۹۵۔ (۲) عمدۃ القاری: ۱۵/۱۱۴، باب الوصل فی الشعر۔

(۳) بزازیہ علی ہامش الهنديہ: ۶/۳۷۱، باب التاسع فی المتفرقات۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں خواتین ناک اور کان کے زیورات استعمال کیا کرتی تھیں، متعدد روایات میں اس کا ذکر موجود ہے۔

(ہ) تغییر کی ایسی صورت جس کا مقصد لوگوں کو دھوکہ دینا اور سچائی کو چھپانا ہو، جائز نہیں ہے؛ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے کسی انسان کے لئے دوسرے انسان کے بال کو جوڑنے سے منع فرمایا ہے؛ کیوں کہ اس سے دیکھنے والا دھوکہ کھاتا ہے اور اسے بال کی کثرت کا گمان ہوتا ہے، دانتوں کو باریک کرنے اور ان کے درمیان ہلکا فاصلہ پیدا کرنے سے دانت کی اصل وضع کے بارے میں لوگوں کو دھوکہ دیا جاتا ہے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے سیاہ خضاب کرنے سے منع فرمایا؛ (۱) کیوں کہ اس سے انسان اپنے آپ کو کم عمر ظاہر کرتا ہے؛ چنانچہ علامہ خطابی بال جوڑنے سے متعلق حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

> **فأما القرامل فقد رخص فيها أهل العلم و ذلک أن الفرق لا يقع بها ، لأن من نظر إليها ، لم يشک فی أن ذلک مستعار ۔ (۲)**
>
> بہرحال مسالے تو اہل علم نے اس کی اجازت دی ہے اور وہ اس لئے کہ اس کے بغیر چوٹی ٹھہر نہیں پاتی؛ کیوں کہ جو بھی اسے دیکھے اسے شک نہیں ہوتا کہ یہ الگ سے لگائی ہوئی چیز ہے۔

اسی طرح علامہ ابن قدامہ ؒ کا بیان ہے :

> **والظاهر أن المحرم إنما هو وصل الشعر بالشعر لما فيه من التدليس ۔ (۳)**
>
> اور ظاہر ہے کہ بال سے بال کا جوڑنا حرام ہے؛ کیوں کہ اس میں دھوکہ دہی ہے۔

جسم میں مستقل تصرف —— خواہ بہ طور علاج کے ہو یا اس کا مقصد تحسین و آرائش ہو —— کے لئے بنیادی طور پر پلاسٹک سرجری کا طریقہ استعمال کیا جاتا ہے، پلاسٹک سرجری میں انسانی جسم کے ایک حصہ سے چمڑا یا گوشت حاصل کر کے اسی کو جسم کے دوسرے حصہ میں لگا دیا جاتا ہے؛ کیوں کہ انسانی جسم خود اپنے کسی حصہ کو نسبتاً زیادہ آسانی سے قبول کرتا ہے، غرض کہ پلاسٹک سرجری کا عمل دو باتوں کو شامل ہے، ایک: آپریشن، دوسرے: جسم کے ایک حصہ کا دوسرے حصہ کے لئے استعمال۔

جہاں تک آپریشن کی بات ہے تو اگر اس سے جان جانے یا فائدہ سے زیادہ نقصان پہنچنے کا خطرہ نہ ہو، تو اس کے

---

(۱) دیکھئے: نسائی، باب النهی عن الخضاب بالسواد، حدیث نمبر: ۵۰۷۹۔

(۲) معالم السنن: ۱۹۴/۴، کتاب الترجل ، باب صلة الشعر۔

(۳) المغنی: ۱۳۰/۱۔

جائز ودرست ہونے پر فقہاء متفق ہیں؛ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

لا بأس بقطع اليد من الآكلة وشق البطن ...... إذا أراد الرجل أن يقطع اصبعاً زائدة او شيئاً آخر ، قال نصير : إن كان الغالب على من قطع مثل ذلك الهلاك ؛ فإنه لا يفعل ، وإن كان الغالب هو النجاة ، فهو فى سعة من ذلك ، رجل أو إمرأة قطع الاصبع الزائدة من ولده ، قال بعضهم : لا يضمن ولهما ولاية المعالجة وهو المختار ...... جراح اشترى جارية رتقاء فله شق الرتق وان ألمت كذا فى القنية ، ولا باس بشق المثانة اذا كانت فيها حصاة ، وفى الكيسانيات فى الجراحات المخوفة والقروح العظيمة والحصاة الواقعة فى المثانة ونحوها ، إن قيل : قد ينجو وقد يموت ، أو ينجو ولا يموت ، يعالج ، وان قيل : لا ينجو اصلاً لا يداوى ؛ بل يترك كذا فى الظهيريه ۔ (۱)

عضو کو کھا جانے والی بیماری کی وجہ سے ہاتھ کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور پیٹ چیرنے میں...... جب آدمی چاہے کہ کوئی زائد انگلی یا کسی اور شئ کو کاٹ دے، اور نصیر نامی فقیہ کا بیان ہے کہ اگر ایسا کرنے میں غالب گمان ہلاکت کا ہو، تب تو نہ کرے اور غالب اُمید بچ جانے کی ہو تو اس کی گنجائش ہے، کوئی مرد یا کوئی عورت اپنے بچے کی زائد انگلی کو کاٹ دے، تو بعض فقہاء نے کہا (نقصان پہنچنے کی صورت میں) وہ ضامن نہیں ہوگا؛ کیوں کہ ان دونوں کو بچوں کے علاج کی ولایت حاصل ہے اور یہی قول مختار ہے......

جراح نے ایسی باندی خریدی، جس کی شرمگاہ ملی ہوئی تھی (یعنی اس سے مباشرت نہیں کی جاسکتی تھی) تو اسے 'رتق' یعنی اس کیفیت کو ختم کرنے کے لئے آپریشن کرنے کا اختیار ہے؛ اگرچہ کہ اس کی وجہ سے اس کو تکلیف ہو، ''قنیہ'' میں ایسا ہی لکھا ہے، نیز مثانہ میں پتھری ہو تو اس کا آپریشن کرنے میں مضائقہ نہیں اور ''کیسانیات'' میں ہے کہ بڑے اور تشویشناک زخم اور مثانہ میں پیدا ہونے والی کنکری میں یہ حکم ہے کہ اگر اندازہ ہو کہ مرض سے نجات مل سکتی ہے اور موت بھی واقع ہوسکتی ہے، یا نجات مل سکتی ہے اور اس سے موت کا اندیشہ نہیں، تب تو علاج کیا جائے گا اور اگر کہا جائے کہ صحت یاب ہونے کا کوئی امکان نہیں تو علاج نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا۔

---

(۱) هنديه: ۳٦٠/۵، كتاب الكراهية ، الباب الحادى والعشرون فيما يسع من جراحات بنى آدم والحيوانات۔

اور جہاں تک اپنے ہی عضو کو استعمال کرنے کی بات ہے تو یہ بھی جائز ہے، جیسا کہ حسبِ ذیل روایت سے معلوم ہوتا ہے :

عن قتادةؓ أنه قال : كنت يوم أحد اتقى السهام بوجهى عن وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم فكان آخرها سهماً ندرت منه حد قتى ، فأخذتها بيدى ، قلت : يارسول الله ! إن لى امرأة أحبها ، أخشى إن ترانى تقذرينى ، قال : إن شئت صبرت ولك الجنة ، وإن شئت رددتها ودعوت الله تعالىٰ لك ، فقال : يا رسول الله ! إن الجنة لجزاء جميل وعطاء جليل ، وإني مغرم بحب النساء وأخاف أن يقلن : أعور ، فلا يردننى ، ولكن تردها وتسأل الله تعالىٰ لى الجنة ، فردها ودعالى بالجنة ۔ (۱)

حضرت قتادہؓ سے مروی ہے کہ اُحد کے دن میں اپنے چہرے سے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک کو تیروں سے بچار ہا تھا تو اخیر میں ایک ایسا تیر آیا جس سے میری آنکھ کی ڈلی گر پڑی، میں نے اسے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ایک عورت ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے دیکھے گی تو مجھ سے نفرت کرنے لگے گی، آپ نے ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو صبر کرو اور اس کے بدلہ تمہیں جنت ملے گی اور چاہو تو میں اسے لوٹا دوں اور تمہارے لئے اللہ سے دُعاء کروں، انھوں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! جنت تو عظیم الشان جزاء اور بڑی عطا ہے؛ لیکن میں عورتوں کی محبت میں فریفتہ ہونے والا آدمی ہوں ، مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں گی کہ یہ کانا ہے اور مجھے نہیں چاہیں گی ؛ لیکن آپ اس آنکھ کو لوٹا دیں اور اللہ تعالیٰ سے میرے لئے جنت کی دُعاء کردیں؛ چنانچہ آپ ﷺ نے آنکھ کو لوٹا دیا اور میرے لئے جنت کی دُعاء فرمائی۔

یہ اس لئے بھی جائز ہے کہ دوسرے انسان کے اجزاء کو استعمال کرنا اس کی تکریم کے مغائر ہے؛ لیکن خود

(۱) السيرة الحلبية :۲/۲۵۲،قصة غزوة احد،نیز دیکھئے:طبقات ابن سعد :۱/۱۲۵،طبقہ نمبر:۱،نیز دیکھئے:زاد المعاد :۳/۱۹۷-۹۸،فصل فى غزوة احد ،نیز دیکھئے:البدايه والنهاية :۴/۳۴،الفصل الثانى من باب فيما يفتى النبى صلى الله عليه وسلم يومئذ من المشركين قبحهم الله۔

اپنے جسم کے اجزاء کا استعمال تکریم کے مغائر نہیں، مذکورہ روایت میں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ جن صحابی کے حلقۂ چشم میں رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھ کو رکھا اور جس کی انھوں نے درخواست کی، اس میں تحسین وتزئین کا پہلو بھی پیش نظر تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ پلاسٹک سرجری اپنی اصل کے اعتبار سے ایک جائز عمل ہے، اب انحصار سرجری کرانے والے کے مقصد پر ہے، اگر مقصد علاج ہو، تو جائز ہے اور مقصد خلق اللہ میں تغییر ہو تو جائز نہیں۔

ضرورت کی رعایت

۳- شریعت کا ایک عام قاعدہ حرج کو دور کرنے اور انسانی ضرورت کی رعایت کرنے کا ہے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۔ (الحج:۷۸)

یہی مزاج پوری شریعت اسلامی میں کارفرما ہے کہ واقعی حرج کو دور کیا جائے؛ چنانچہ قرآن وحدیث کے احکام اور شریعت اسلامی کے مذاق ومزاج کو سامنے رکھتے ہوئے، فقہاء نے قاعدہ مقرر کیا ہے: ''**الضرورات تبیح المحظورات**''، یعنی ضرورت کی وجہ سے ناجائز چیزیں بھی بقدر ضرورت جواز کے دائرہ میں آجاتی ہیں۔

جو چیزیں جسم کو خوبصورت بنانے یا بھدا پن کو دور کرنے کی ہوں، وہ عام حالات میں ضرورت کے دائرہ میں نہیں آتی ہیں؛ لیکن بعض خصوصی حالات میں ممکن ہے کہ ان کا شمار ضرورت میں ہو، مثلاً ایک لڑکی کی ناک بہت پھیلی ہوئی ہو اور اس سے اس کا چہرہ بدوضع معلوم ہوتا ہو، جس کی وجہ اس کے لئے مناسب رشتہ نہیں مل پا رہا ہو، تو گو اس کی وجہ سے وہ کسی جسمانی تکلیف میں مبتلا نہیں ہے؛ لیکن رشتہ نہ ملنے کی تکلیف یا مختلف لوگوں کا لڑکی کو دیکھنے کے بعد اس عیب کی وجہ سے رشتہ کو رد کردینے کی جو اذیت اسے پہنچتی ہے، وہ کسی طرح جسمانی تکلیف سے کم نہیں؛ اس لئے یہ بات فقہاء اور ارباب افتاء کے لئے قابل غور ہے کہ ایسی حالت میں اس لڑکی کے ناک کی پلاسٹک سرجری جائز ہوگی یا نہیں؟ اور اسے اس کے حق میں ضرورت سمجھا جائے گا یا نہیں سمجھا جائے گا؟

شریعت کے ان اُصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے اب تحسین وتجمیل کی مختلف صورتوں کے احکام بیان کئے جاتے ہیں :

تزئین کے خارجی وسائل

تزئین کے خارجی وسائل جیسا کہ عرض کیا گیا دو ہیں : ملبوسات اور زیورات، ملبوسات کے سلسلے میں مردوں یا عورتوں کے لئے کسی خاص وضع یا رنگ کی تعیین نہیں ہے؛ البتہ چند اُصولی نصیحتیں کی گئی ہیں :

۱- ریشم کا خالص کپڑا صرف عورتوں کے لئے جائز ہے، مردوں کے لئے جائز نہیں؛ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

عن انس بن مالکؓ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لبس الحرير في الدنيا لم يلبسه في الآخرة ۔ (۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دنیا میں ریشم پہنا، وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔

البتہ اگر کپڑے کی بناوٹ میں ریشم کے ساتھ کوئی اور دھاگہ بھی شامل ہو اور مقدار کے اعتبار سے ریشم مغلوب ہو، تو حنفیہ اور بعض فقہاء نے اس کے استعمال کی اجازت دی ہے :

وأما ما كان لحمته حريرا وسداه غير حرير فإنه يباح لبسه في حالة الحرب بالإجماع وما كان سداه حريراً ولحمته غير حرير فلا بأس بلبسه بلاخلاف بين العلماء وهو الصحيح وعليه عامة المشائخ رحمهم الله تعالىٰ ۔ (۲)

جس کپڑے کا بانا ریشم ہو اور تانا غیر ریشم ہو، تو بالاجماع حالت جنگ میں اس کا پہننا جائز ہے اور جس کا تانا ریشم ہو اور بانا غیر ریشم، تو بالاتفاق اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں، یہی صحیح ہے اور یہی اکثر مشائخ کا قول ہے۔

۲- مردوں کے لئے شوخ رنگ خاص کر زعفرانی رنگ کے استعمال کی ایک روایت کے مطابق ممانعت ہے، عورتوں کے لئے جائز ہے؛ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن لبس القسي والمعصفر ۔ (۳)

رسول اللہ ﷺ نے قسّی اور معصفر کپڑے کے استعمال سے منع فرمایا (قسّی مصر وشام میں بُنا جانے والا ایک کپڑا تھا، جس پر کرنج کی شکلیں بنی ہوتی تھیں اور عُصْفر زرد رنگ کی بوٹی ہوتی تھی، جس سے کپڑے رنگے جاتے تھے اور ایسے کپڑے کو معصفر کہتے تھے)۔

---

(۱) مسلم، باب تحریم لبس الحریر، حدیث نمبر: ۵۴۲۶، نیز دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبة، کتاب اللباس، باب فی لبس الحریر، حدیث نمبر: ۲۴۶۳۳، مستدرک حاکم: ۴/۴۱، کتاب الأشربة، حدیث نمبر: ۲۱۶، اعلاء السنن: ۱۷/۳۳۱، باب حرمة الحریر۔

(۲) الفتاویٰ الھندیه: ۵/۳۳۱، ردالمحتار: ۹/۵۰۶، فصل فی اللبس۔

(۳) ترمذی، حدیث نمبر: ۱۷۲۵، باب ماجاء کراهیة المعصفر …… کتاب اللباس۔

ایک اورروایت میں ہے :

إن عبد الله ابن عمرو أخبره أنه راٰه رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليه ثوبان معصفران ، فقال : هذه ثياب الكفار فلا تلبسها ۔ (۱)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس حال میں دیکھا کہ ان پر زرد رنگ کے دو کپڑے تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کافروں کے کپڑے ہیں انھیں نہ پہنو۔

مردوں کے لئے سرخ رنگ کا لباس جائز ہوگا یا نہیں؟ — اس میں اختلاف ہے، بعض فقہاء نے اسے بھی منع کیا ہے اور بعض نے اجازت دی ہے :

ففی جامع الفتاویٰ : قال أبو حنيفة والشافعي ومالک : يجوز لبس المعصفر ، وقال جماعة من العلماء : مكروه بكراهة التنزيهة ، وفى الحاوى الزاهدى : يكره للرجال لبس المعصفر والمزعفر والمورس والمحمر : أى الأ حمر حريراً كان أو غيره اذا كان فى صبغه دم وإلا فلا ۔ (۲)

جامع الفتاویٰ میں ہے کہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک نے فرمایا کہ معصفر کپڑے کا پہننا جائز نہیں اور اہل علم کی ایک جماعت نے اسے مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے، نیز علامہ زاہدی کی ''حاوی'' میں ہے کہ معصفر زعفرانی ورس نامی پودے سے رنگا ہوا کپڑا جو زرد سرخی مائل ہوتا تھا اور سرخ کپڑے کا پہننا مکروہ ہے، چاہے یہ سرخ کپڑا ریشم کا ہو یا غیر ریشم کا ہو؛ بشرطیکہ اس کی رنگائی میں خون شامل ہو، اگر خون شامل نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

۳- لباس کی وضع کے سلسلہ میں ایک ہدایت یہ بھی ہے کہ عام طور پر جس وضع کے کپڑے خواتین ہی پہنتی ہیں، مرد ان کا استعمال نہ کریں، اسی طرح جو لباس مرد استعمال کرتے ہیں، خواتین کے لئے ان کا استعمال جائز نہیں، یعنی مرد وعورت ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنے سے گریز کریں اور اپنی اپنی شناخت کو قائم رکھیں ؛ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے :

---

(۱) نسائی ، ذکر النهی عن لبس المعصفر، حدیث نمبر:۵۳۱۸،کتاب الزینة۔ (۲) ردالمحتار:۹/۵۱۵۔

عن ابن عباس رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم لعن الواصلة والموصلة والمتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال ۔ (۱)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی عورتوں پر، نیز عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

۴- لباس کا بنیادی مقصد ستر اور جسم پوشی ہے؛ لہٰذا جو لباس اس ضرورت کو پوری نہ کرتا ہو، وہ نہ مردوں کے لئے جائز ہے اور نہ عورتوں کے لئے؛ جیسے جن حصوں کو چھپانا واجب ہے، وہ چھپائے نہ جائیں، کپڑا اتنا باریک ہو کہ جسم کی رنگت جھلکنے لگے، لباس اتنا چست ہو کہ اعضاء کی ساخت نمایاں ہو جائے، افسوس کہ مغربی تہذیب نے تمام لوگوں کو اور خاص کر خواتین کو ایسا لباس پہنا کر حقیقت میں بے لباس کر دیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اسی پس منظر میں ارشاد فرمایا کہ بہت سے کپڑے پہننے والیاں بے لباس شمار کئے جانے کے لائق ہیں :

رب كاسيةٍ فی الدنیا عاریة فی الآخرة ۔ (۲)

زیورات عورتوں کے لئے جائز ہیں، مردوں کے لئے نہیں؛ البتہ عورتیں بھی لوہا اور پیتل کے زیورات نہیں پہن سکتیں؛ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اِن کے زیورات سے منع فرمایا ہے :

حدثنا عبد الله بن بریدة عن ابیه ، أن رجلاً جاء الی النبی صلی الله علیه وسلم وعلیه خاتم من حدید فقال : "مالی أری علیک حلیة أهل النار" فطرحه ثم جاءه وعلیه خاتم من شبه فقال : " مالی أجد منک ریح الأصنام " فطرحه ، قال : یا رسول الله ! من أی شئ أتخذه ؟ قال : " من ورق ، ولا تتمه مثقالاً " ۔ (۳)

حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا، وہ لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا بات ہے کہ میں تمہارے اوپر اہل دوزخ کا زیور دیکھ رہا ہوں، پھر وہ پیتل کی انگوٹھی پہن کر آیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم

---

(۱) الفتح الربانی: ۱۷/۲۹۹۔

(۲) بخاری ، باب العلم والعظة باللیل، حدیث نمبر: ۱۱۵۔

(۳) بخاری، حدیث نمبر: ۵۹۸، نیز دیکھئے: سنن ابی داؤد ، باب ماجاء فی خاتم الحدید، حدیث نمبر: ۴۲۲۳۔

سے بتوں کی بومحسوس کرتا ہوں، انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ فرمایا: چاندی کی اور وہ بھی ایک مثقال سے کم۔

عورتیں سونا، چاندی، پتھر اور شیشہ کا، نیز لوہے اور پیتل کے علاوہ کسی بھی اور چیز کا زیور استعمال کرسکتی ہیں ــــ مردوں کے لئے زیادہ سے زیادہ ایک مثقال چاندی کے وزن کی حدتک انگوٹھی کا استعمال کرنا جائز ہے؛ جیسا کہ اوپر حضرت عبداللہ بن بریدہ کی روایت میں گذر چکا، انگوٹھی کا بھی ــــ اگر مُہر کے لئے اس کا استعمال نہ ہو، ــــ نہ پہننا بہتر ہے؛ کیوں کہ جب تک آپ کو مہر کا استعمال نہیں کرنا پڑا، اس وقت تک آپ نے انگوٹھی کا استعمال نہیں فرمایا؛ چنانچہ فقہاء لکھتے ہیں :

وإنما يتختم القاضي والسلطان لحاجته الى الختم ، فاما غيرهما فالأفضل أن يترك لعدم الحاجة إليه ۔ (۱)

قاضی اور سلطان مہر کی ضرورت کی بناء پر مہر لگائے گا، ان دونوں کے علاوہ کے لئے افضل یہ ہے کہ مہر نہ لگائے؛ کیوں کہ ان کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔

تزئین کے عارضی ذرائع

تزئین وآرائش کے لئے بعض ایسے داخلی ذرائع بھی استعمال کئے جاتے ہیں، جو وقتی اور عارضی نوعیت کے ہیں، ان میں سے بعض صورتیں قدیم زمانہ سے مروج ہیں اور احادیث میں بھی ان کا ذکر ہے، اور بعض وہ ہیں کہ موجودہ دور میں ان کا چلن ہوا ہے، ذیل میں نمبروار ان کا ذکر کیا جاتا ہے :

بال جوڑنا

ایک اہم مسئلہ انسانی بال کے ساتھ بال یا بال جیسی چیزوں کے جوڑنے کا ہے، تاکہ بال گھنے اور بڑے محسوس ہوں، اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی دونوں پر اللہ کی لعنت ہو :

لعن الله الواصلة والمستوصلة ۔ (۲)

بال جوڑنے کی تین شکلیں ہوسکتی ہیں :

(الف) دوسرے انسان کا بال جوڑا جائے۔

(ب) کسی حیوان کا بال جوڑا جائے۔

(ج) بال کے علاوہ کوئی اور بال نماشئ یا کپڑا وغیرہ جوڑا جائے۔

---

(۱) هدایه آخرین:۴۵۹۔ (۲) مسلم ، باب تحریم فعل الواصله والمستوصله الخ، حدیث نمبر:۵۵۲۱۔

ان میں سے پہلی صورت کے حرام ہونے پر تمام فقہاء متفق ہیں ؛ کیوں کہ یہ دوسرے انسان کے جز سے استفادہ کرنا ہے اور یہ کرامت انسانی کے مغائر ہے؛ چنانچہ ملا علی قاری امام نووی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں :

الأحاديث صريحة فی تحريم الوصل مطلقاً ، وهو الظاهر المختار ، وقد فصله أصحابنا ، فقالوا : إن وصلت بشعر آدمی فهو حرام بلا خلاف ؛ لأنه يحرم الانتفاع بشعر الآدمی وسائر أجزائه لكرامته ۔ (۱)

مطلقاً بال جوڑنے کے حرام ہونے پر صریح حدیثیں موجود ہیں اور یہی قول ظاہر اور پسندیدہ ہے اور ہمارے اصحاب نے اس کی تفصیل کی ہے، انھوں نے کہا کہ اگر آدمی کا بال جوڑے تو بالاتفاق حرام ہے؛ اس لئے کہ انسان کے بال اور اس کے تمام اجزاء سے نفع اٹھانا اس کی شرافت کی وجہ سے حرام ہے۔

دوسری صورت —— یعنی انسانی بال کے علاوہ کسی اور حیوان کا بال استعمال کیا جائے —— کے سلسلہ میں دو نقطۂ نظر ہیں: ایک یہ کہ یہ صورت بھی جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ بال میں وہ بھی داخل ہے، دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس کا استعمال جائز ہے؛ بشرطیکہ بال ناپاک نہ ہو، یہ رائے بعض شوافع کی بھی ہے اور احناف کے یہاں تو یہی قولِ راجح ہے؛ کیوں کہ انسانی بال جوڑنے میں جزء انسانی سے انتفاع کا پہلو پایا جاتا ہے اور جانور وغیرہ کے بالوں میں یہ بات نہیں پائی جاتی؛ چنانچہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ فرماتے ہیں :

قلت : لعل الفقهاء حملوا النهی فی الوصل علی أن حرمة الوصل محمول علی ما إذا كان بشعر النساء ، لأن استعمال جزء الآدمی حرام ، أما الوصل بغير شعور النساء ، فلا بأس به ؛ لأنه ليس فيه استعمال جزء الانسان ، بل هو للزينة فقط ۔ (۲)

میں کہتا ہوں: شاید فقہاء نے بال جوڑنے کی ممانعت کو عورتوں کے بال جوڑنے کی حرمت پر اس لئے محمول کیا ہے کہ انسان کا جزء استعمال کرنا حرام ہے، عورتوں کے علاوہ دوسرے کا بال جوڑنے میں حرج نہیں ؛ اس لئے کہ اس میں انسان کے جزء کا استعمال نہیں؛ بلکہ یہ محض زینت کے لئے ہے۔

اسی طرح انسانی بال اور غیر انسانی بال میں چوں کہ خاصا فرق ہوتا ہے ؛ اس لئے بعض حضرات نے اس پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے اسے جائز قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ ابن قدامہ ؒ فرماتے ہیں :

---

(۱) مرقات المفاتیح:۲۹۵/۸۔ (۲) بذل المجهود:۴۳/۵،باب فی صلة الشعر۔

والظاهر أن المحرم انما هو وصل الشعر بالشعر ، لما فيه من التدليس ، واستعمال الشعر المختلف فى نجاسته وغير ذلک لا يحرم ، لعدم هذه المعانى فيها وحصول المصلحة من تحسين المرأة لزوجها من غير مضرة ۔ (۱)

بظاہر بال کو بال سے جوڑنا اس لئے حرام ہے کہ اس میں دھوکہ دہی ہے اور ایسے بال کا استعمال ہے جس کے ناپاک ہونے میں اختلاف ہے، اس کے علاوہ دوسرے بال کا استعمال حرام نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں یہ اسباب نہیں پائے جاتے ہیں اور بغیر کسی نقصان کے عورت کے اپنے شوہر کے لئے سنورنے کی مصلحت پائی جاتی ہے۔

تیسری صورت، یعنی بال کے ساتھ بال کی بجائے کوئی اور چیز جوڑی جائے، جیسے: کپڑا اور موجودہ دور میں نائیلون کے بال، اس سلسلے میں بھی دو نقاط نظر ہیں: ایک یہ کہ بال کے ساتھ مطلقاً کسی بھی چیز کا جوڑنا ناجائز ہے، چاہے بال ہو یا کوئی اور شئ ہو، حافظ ابن حجرؒ نے اسے جمہور کا موقف قرار دیا ہے؛ کیوں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اپنے بال کے ساتھ کوئی بھی چیز جوڑنے سے منع فرمایا ہے: ''**زجر رسول الله صلى الله عليه وسلم ان تصل المرأة برأسها شيئاً**'' (۲) —— دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ بال کے علاوہ کوئی اور چیز جوڑنے میں مضائقہ نہیں؛ کیوں کہ سعید بن جبیر سے منقول ہے: ''**لا باس بالقرامل**'' (۳) ''قرامل'' قرمل کی جمع ہے، جو نرم اور دراز شاخوں والے پودے کو کہتے ہیں، یہاں اس سے مراد ریشم یا اون وغیرہ کے دھاگے ہیں، یہی نقطۂ نظر امام احمد اور لیث بن سعد کا ہے، نیز ابو عبیدہ نے بھی بہت سے فقہاء سے یہی نقطۂ نظر نقل کیا ہے۔ (۴)

بہر حال حنفیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر انسانی بال نہ ہو اور ناپاک جانور کا بال نہ ہو، تو اس کو جوڑنے میں قباحت نہیں، خواہ حیوانی بال ہو یا ریشمی دھاگے وغیرہ :

ووصل الشعر بشعر الآدمى حرام سواء كان شعرها او شعر غيرها ولا باس للمرأة أن تجعل فى قرونها وذوائبها شيئا من الوبر ۔ (۵)

---

(۱) المغنی: ۱/۱۳۱۔

(۲) مسند احمد: ۳/۲۹۶، حدیث نمبر: ۱۴۱۳۸۔

(۳) سنن ابی داؤد: ۴۱۷۱، باب فی صلة الشعر۔

(۴) دیکھئے: فتح البارى: ۱۰/۴۳۵، باب الوصل بالشعر، عمدة القارى: ۱۵/۱۱۵، عون المعبود: ۱۱/۱۴۹

(۵) عالمگیری: ۵/۳۵۸، الباب التاسع عشر فى الختان والخصاء وقلم الاظفار، کتاب الکراهية۔

انسان کے بال کے ساتھ بال کا جوڑ نا حرام ہے،خواہ اسی کا بال ہو یا کسی اور عورت کا،
مگر عورت اپنی چوٹی یا جوڑے میں اونٹ کے بال رکھ لے اس میں کوئی حرج نہیں۔

یہی رائے شریعت کے مقاصد سے قریب نظر آتی ہے؛ کیوں کہ انسانی بال کے استعمال میں اجزاء انسانی کا کسی معتبر ضرورت کے بغیر استعمال بھی ہے اور کامل درجہ تلبیس بھی ، دوسری صورتوں میں یہ بات نہیں پائی جاتی ہے اور شریعت کا مقصد اسی سے روکنا ہے۔

خضاب کا استعمال

بال ہی سے متعلق دوسرا مسئلہ خضاب کے استعمال کا بھی ہے، رسول اللہ ﷺ نے سیاہ خضاب کے استعمال سے منع فرمایا ہے اور کسی اور رنگ کا خضاب استعمال کیا جائے ، اس کو بہتر قرار دیا ہے؛ اس لئے سیاہ خضاب کا استعمال کرنا مکروہ ہے، رسول اللہ ﷺ کے پاس جب حضرت ابوبکر کے والد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ لائے گئے، تو آپ نے فرمایا: ''غیروا هذا بشیئ واجتنبوا السواد''(۱) آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا :

یکون قوم فی آخر الزمان ، یخضبون بالسواد کحواصل الحمام ، لا یریحون رائحة الجنة ۔ (۲)

اخیر زمانہ میں ایک ایسی قوم آئے گی، جو کبوتر کے گھونسلوں کی طرح سیاہ خضاب لگائے گی، وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گی۔

البتہ امام ابواسحاق راہویہ کے نزدیک عورت اگر اپنے شوہر کے لئے بطور زینت کے سیاہ خضاب استعمال کرے، تو اس کی اجازت ہے؛ چنانچہ علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں :

ورخص فیه اسحاق بن راهویه للمرأة تتزین به لزوجها ۔ (۳)

بعض اہل علم کے نزدیک مطلقاً مکروہ نہیں، مشائخ احناف سے منقول ہے کہ مجاہدین سیاہ خضاب کا بھی استعمال کر سکتے ہیں ؛ تاکہ دشمن ان کو سن رسیدہ اور کمزور نہ سمجھیں ، اسی طرح امام ابو یوسف کے نزدیک بیوی کی خواہش پر بھی شوہر سیاہ خضاب استعمال کر سکتا ہے :

أما الخضاب بالسواد ، فمن فعل ذلک من الغزاة ، لیکون أهیب فی عین العدو ، فهو محمود منه ، اتفق علیه المشائخ رحمهم الله ومن

---

(۱) نسائی ، باب النهی عن الخضاب بالسواد، حدیث نمبر:۵۰۷۹۔

(۲) ابوداود ، عن ابن عباسؓ ، باب ماجاء فی خضاب السواد، حدیث نمبر:۴۲۱۲۔

(۳) المغنی:۱/۱۲۷، فصل ویستحب خضاب الشیب بغیر السواد۔

فعل ذلک لیزین نفسه للنساء ولیحبب نفسه الیهن فذلک مکروه ، علیه عامة المشائخ وبنحوه ورد الاثر عن عمرؓ ، وبعضهم جوزوا ذلک من غیر کراهة ، روی عن ابی یوسف انه قال : کما یعجبنی ان تتزین لی یعجبها ان أتزین لها ۔ (۱)

جہاں تک سیاہ خضاب کی بات ہے،تو اگر مجاہدین دشمن کی نظر میں بارعب ہونے کے لئے یہ خضاب لگائیں ،تو یہ فعل محمود ہے، اس پر مشائخ کا اتفاق ہے اور اگر اپنے آپ کو آراستہ کرنے اور عورتوں کی نظر میں محبوب بنانے کے لئے خضاب لگائیں ،تو مکروہ ہے، یہی اکثر مشائخ کی رائے ہے اور اسی کے مطابق حضرت عمرؓ کا قول ہے، بعض حضرات نے اسے بلا کراہت جائز قرار دیا ہے اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ جیسے ہمیں خواہش ہوتی ہیں کہ عورتیں آراستہ ہوں ، اسی طرح عورتوں کی بھی خواہش ہوتی ہے کہ ہم ان کے لئے آراستہ ہوں ۔

اس حقیر کا خیال ہے کہ جن ممالک میں مردوں اور عورتوں کے بال بھورے ہوتے ہیں نہ کہ سیاہ ، جیسے یورپ وغیرہ ، وہاں سفید بال میں سنہرے یا بھورے خضاب کا استعمال بھی اسی طرح مکروہ ہوگا ، جیسے ایشیا ، افریقہ وغیرہ میں سیاہ خضاب کا استعمال؛ کیوں کہ جیسے سیاہ خضاب مشرقی ملکوں میں تلبیس اور دھوکہ کا باعث ہے، اسی طرح سنہرا رنگ مغربی ملکوں میں تلبیس کا باعث ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں ایک قابل توجہ بات یہ ہے کہ اگر کسی لڑکے یا لڑکی کے بال بیماری کی وجہ سے پک گئے ہوں ؛ حالاں کہ عمر طبعی کے لحاظ سے ابھی ان کے بال نہیں پکنے چاہئیں ،تو ان کے لئے خضاب کے استعمال کی اجازت کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے؛ کیوں کہ شریعت کا مقصد تلبیس سے بچانا ہے اور یہاں خضاب کے ذریعے وہ اپنی کم سنی کو ظاہر نہیں کرتا ؛ بلکہ بہ ظاہر اسے دیکھ کر جو کبر سنی کی غلط فہمی پیدا ہوتی ہے، وہ اسے دور کرتا ہے، واللہ اعلم ؛ چنانچہ اس سلسلہ میں مولانا عبدالرحمن مبارکپوریؒ کی یہ بات قابل توجہ ہے :

أن الخضاب بالسواد المنهی عنه خضاب التدلیس کخضاب شعر الجاریة والمرأة الکبیرة تغر الزوج والسید بذلک وخضاب الشیخ یغر المرأة بذلک ؛ فإنه من الغش والخداع ، فأما إذا لم یتضمن تدلیسا ولا خداعاً فقد صح عن الحسن والحسین رضی الله عنهما

(۱) المحیط البرهانی:۸۸/۸،کتاب الکراهیة والاستحسان ، الفصل الحادی والعشرون ۔

أنهما كانا يخضبان بالسواد ۔ (۱)

سیاہ خضاب سے جو منع کیا گیا ہے، وہ ایسا خضاب ہے جو دھوکہ دینے کے لئے ہو، جیسے باندی کا خضاب لگانا اور سن رسیدہ عورت کا خضاب لگانا جو شوہر اور مالک کو دھوکہ دینا چاہتی ہو اور سن رسیدہ شخص کا خضاب لگانا جو اس کے ذریعہ عورت کو دھوکہ دینا چاہتا ہو، اس لئے کہ یہ دھوکہ اور فریب دینا ہے، اگر یہ دھوکہ اور تدلیس کو شامل نہ ہو تو پھر تو حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں بسند صحیح ثابت ہے کہ وہ دونوں کالا خضاب استعمال کیا کرتے تھے۔

اس کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس فتویٰ سے بھی ہوتی ہے :

عن عائشة : إذا خطب أحدكم المرأة وهو يخضب بالسواد فليعلمها أنه يخضب ۔ (۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اگر تم میں سے کوئی عورت کو نکاح کا پیغام دے اور وہ سیاہ خضاب لگاتا ہو تو اسے بتادے کہ وہ خضاب لگاتا ہے۔

نیز بعض روایات سے سیاہ خضاب کی گنجائش بھی معلوم ہوتی ہے ؛ چنانچہ ایک روایت میں آپ کا ارشاد منقول ہے :

إن أحسن ما إختضبتم به لهذا السواد أرغب لنسائكم فيكم وأهيب لكم في صدور عدوكم ۔ (۳)

بہترین خضاب جو تم لگاتے ہو، سیاہ خضاب ہے، جو تمہاری عورتوں کے لئے رغبت کا اور تمہارے دشمنوں کے دل میں تمہارے رعب کا ذریعہ ہے۔

چہرہ کے بال اُکھاڑنا

بہ تکلف تزئین اور آرائش کی شکلوں میں سے ایک؛ بھوؤں کو باریک کرنا بھی ہے؛ بھوؤیں باریک کرنے کے لئے بال اُکھاڑے جاتے ہیں، اسی طرح بعض دفعہ دونوں بھویں ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں، ان دونوں میں فاصلہ پیدا کرنے کے لئے خواتین، بیچ کے بال اُکھاڑ لیتی ہیں، اس کو ''نماص'' کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے؛

---

(۱) تحفة الأحوذي:۵/۳۶۱۔ (۲) تحفة الأحوذي:۵/۳۵۸۔

(۳) ابن ماجه، باب الخضاب بالسواد، حدیث نمبر:۳۶۲۵۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں جن عورتوں پر لعنت کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں ''النامصة المتنمصة'' کے الفاظ بھی ہیں،(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی متنمصات پر لعنت کا ذکر آیا ہے۔(۲)

اس سلسلے میں دو باتیں اہم ہیں: ایک یہ کہ نامصہ اور متنمصہ کی جو مذمت کی گئی ہے، اس سے کون سے بال مراد ہیں؟ اس سلسلے میں فقہاء اور شارحین حدیث نے عام طور پر دو اقوال ذکر کئے ہیں: ایک یہ کہ اس سے بھوؤں کی بال اُکھاڑنے والی خواتین مراد ہیں، اس تشریح کے مطابق پیشانی اور چہرے سے اگر بال اور رونگٹے اکھاڑے جائیں تو وہ اس ممانعت میں شامل نہیں ہیں؛ چنانچہ شیخ احمد البنا نقل کرتے ہیں :

وقيل أن النماص مختص بإزالة شعر الحاجبين ليرقيها أو ليسويها ، قال أبوداؤد في السنن : النامصة التي تنمص الحاجب حتى ترقه ، فلو كانت مقرونة الحواجب فأزالت مابينهما توهم البلج أو عكسه قال الطبري : لا يجوز ۔ (۳)

بعض لوگوں نے کہا کہ بال اُکھاڑنے کی ممانعت بھنوؤں کے بال کے ساتھ مخصوص ہے؛ تاکہ اسے باریک بنائیں یا برابر کریں، امام ابوداؤد نے سنن میں لکھا ہے کہ ''نامصہ'' سے وہ عورت مراد ہے جو بھنوؤں کے بال باریک کرنے کے لئے اُکھاڑے اور اگر بھنویں ملی ہوئی ہوں اور درمیان کے بال اُکھاڑ دیں؛ تاکہ دونوں کے درمیان زیادہ یا کم فاصلہ محسوس ہو تو علامہ طبری نے لکھا ہے کہ یہ جائز نہیں۔

دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ نہ صرف بھنویں؛ بلکہ پورا چہرہ اس حکم میں شامل ہے؛ لہٰذا پیشانی رخسار اور ٹھوڑی وغیرہ کے بال کو بھی اکھاڑنا جائز نہیں :

وأما النامصة والمتنمصة فهي التي تنتف الشعر من وجهها وتدقق حاجيها ، ماخوذ من المنماص ۔ (۴)

نیز قاضی عیاض سے منقول ہے :

النامصة التي تنتف الشعر من وجهها ووجه غيرها ۔ (۵)

---

(۱) الفتح الرباني لترتيب مسنداحمد بن حنبل الشيباني:۲۹۷/۱۷،باب ماجاء في وصل الشعر والدهن ۔

(۲) حوالۂ سابق:۲۹۸/۱۷،باب ماجاء في وصل الشعر والدهن ۔

(۳) الفتح الرباني لترتيب مسند احمد بن حنبل الشيباني:۲۹۸/۱۷۔

(۴) البيان في مذهب الامام الشافعي:۹۵/۲،باب طهارة البدن وما يصلى فيه وعليه۔

(۵) الفتح الرباني:۲۹۷/۱۷۔

بہر حال جمہور کے نزدیک پورے چہرے کا بال اس ممانعت میں داخل ہے ، مالکیہ کے یہاں بال اُکھاڑنے کی ممانعت کا حکم بھوؤں تک محدود ہے، پیشانی اور چہرے کے بال اس میں شامل نہیں ہیں :

لکن ذهب الجمهور إلى أن نمص شعر بقية الوجه داخل أيضاً فى النهى إلا المالكية فقد ذهبوا إلى أنه غير داخل ۔ (۱)

اورحنابلہ کے نزدیک بھی عورت کے لئے چہرے کے بال کا اُکھاڑنا جائز ہے؛ کیوں کہ انھوں نے اس سے عدت کی حالت میں عورت کو منع کیا ہے، جو اس بات کا اشارہ ہے کہ اگر عدت میں نہ ہو تو جائز ہے؛ چنانچہ علامہ ابن قدامہ منوعاتِ عدت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''**وان تحفف وجهها وما اشبه مما يحسنها** ''(۲) موسوعہ فقہیہ میں ابن قدامہ ہی کے حوالہ سے امام احمد کا قول نقل کیا ہے کہ عورت کے لئے چہرے کے بال کو اُکھاڑنا جائز ہے، مرد کے لئے جائز نہیں'' **ليس له باس للنساء وأكره للرجال** ''۔(۳)

جہاں تک جسم کے دوسرے حصوں کے بال ہیں، جیسے ہاتھ یا پنڈلی، تو فقہاء نے ان کو اس حدیث کے دائرہ میں نہیں رکھا ہے :

وأما إزالة بقية الشعر من الجسم فقد أجازوا للمرأة باذن زوجها ، ولم يجيزوه لغير المتزوجة لعدم المصلحة فى إزالته غالباً ، إلا أن كان للعلاج أو عيب فانه يجوز بشرط أن لا يكون فيه تدليس على الآخرين ۔ (۴)

جسم کے بقیہ بالوں کو صاف کرنا فقہاء نے شوہر کی اجازت سے عورت کے لئے جائز قرار دیا ہے؛ البتہ غیر منکوحہ کے لئے اس کی اجازت نہیں ہے؛ کیوں کہ زیادہ تر اس کے حق میں اس کے صاف کرنے کی مصلحت نہیں پائی جاتی ، سوائے اس کے کہ علاج کے لئے ہو یا عیب کے درجہ میں ہو تو یہ اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ اس میں دوسروں کے ساتھ دھوکہ نہ پایا جائے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ حدیث میں جس بال کے اُکھاڑنے کا ذکر آیا ہے، اس کا منشاء کیا ہے؟ —— چنانچہ ایک

---

(۱) الموسوعة الطبية الفقهيه:۵۸۷۔

(۲) المغني:۲۸۶/۱۱،کتاب العدة، نیز دیکھئے:منتهى الإرات:۴۱۰/۴،المعتمد:۲۰۸/۲۔

(۳) الموسوعة الفقهية:۲۷۴/۱۱۔

(۴) الموسوعة الطبية الفقهية:۵۸۷۔

نقطۂ نظر یہ ہے کہ تزئین کا یہ طریقہ اجنبیوں کے سامنے آراستگی کے اظہار کے لئے ممنوع ہے، اگر اپنے شوہر کے لئے تزئین مقصود ہو تو حرج نہیں؛ چنانچہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں :

لعله محمول علی ما إذا فعلته لتتزين للاجانب ، و إلا فلو كان فی وجهها شعر ينفر زوجها عنها بسببه ، ففی تحريم إزالته بعد ، لأن الزينة للنساء مطلوبة للتحسين إلا أن يحمل علی مالا ضرورة إليه كما فی نتفه بالنماص من الإيذاء ۔ (۱)

شاید یہ ممانعت اس صورت پر محمول ہے، جب عورت اجنبی مردوں کے لئے زینت اختیار کرنے کی غرض سے یہ عمل کرے، ورنہ تو اگر اس کے چہرے پر بال ہو، جو اس کے شوہر کے لئے اس سے نفور کا سبب ہو، تو اس بال کے دور کرنے کو حرام قرار دینا بعید از فہم ہے؛ اس لئے کہ زینت تو عورت کے لئے خوش شکل نظر آنے کی غرض سے مطلوب ہے؛ لہٰذا اس کو ایسی صورت پر محمول کیا جائے گا، جس میں ضرورت نہ ہو، ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ چونٹے سے بال اُکھاڑنا باعث تکلیف ہے۔

ایک اور نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس طرح بال اُکھاڑنے کی ممانعت اس وقت ہے جب کہ مخنث سے مشابہت پیدا ہو جاتی ہو، ورنہ نہیں، چنانچہ ملا علی قاریؒ رقم طراز ہیں :

لا باس بان ياخذ شعر الحاجبين وشعر وجهه مالم يتشبه بالمخنثين ۔ (۲)

البتہ جو بال غیر فطری طور پر اُگ آئیں ان کے اُکھاڑنے کی ممانعت نہیں، جیسے کسی خاتون کو داڑھی یا مونچھ، یا لب کے نیچے بال اُگ آئیں، تو ان کے لئے ان کا اُکھاڑنا جائز ہوگا؛ کیوں کہ یہ بال عام فطرت کے خلاف ہیں؛ چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں :

ويستثنى من النماص ما إذا نبت للمرأة لحية أو شارب أو عنفقة ، فلا يحرم عليها إزالتها بل يستحب ۔ (۳)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی لڑکی کو چہرے یا پیشانی پر سخت بال نکل آئے، جو عام عادت کے خلاف ہو، تو اس بال کا اُکھاڑنا جائز ہوگا۔

---

(۱) ردالمحتار:۵۳۶/۹،کتاب الحظر والاباحة۔

(۲) مرقاة المفاتيح:۲۸۹/۸۔

(۳) تحفة الاحوذی:۵۶/۸۔

اسی طرح جو بال فطری طور پر اُگ آتے ہیں؛ لیکن خود شریعت میں ان کے صاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ان کو بھی صاف کرنا جائز؛ بلکہ بعض حالات میں مسنون یا واجب ہوگا، جیسے زیر ناف بال یا بغل کے بال۔

سرمہ وکاجل

آنکھوں کو خوبصورت بنانے کے لئے سرمہ اور کاجل کا استعمال قدیم زمانہ سے مروج ہے، ان کے استعمال میں تزئین کا پہلو بھی ہے اور علاج کا بھی، خود رسول اللہ ﷺ نے سرمہ کا استعمال فرمایا ہے اور حدیث سے اس کی اجازت ثابت ہے:

عن ابن عباس أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : اکتحلو بالإثمد فإنه یجلو البصر وینبت الشعر ، وزعم أن النبیؐ کانت له مکحلة یکتحل بھا کل لیلة ثلاثة فی ھذہ وثلاثة فی ھذہ ۔ (۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اثمد سرمہ لگاؤ، اس سے آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے اور پلکوں کے بال نکلتے ہیں، راوی کا خیال ہے کہ حضور کے پاس ایک سرمہ دانی بھی تھی، جس سے آپ ہر شب تین بار دائیں آنکھ میں اور تین بار بائیں آنکھ میں سرمہ لگایا کرتے تھے۔

فقہاء نے از راہ زینت سیاہ سرمہ کے استعمال کو منع کیا ہے؛ مگر یہ مردوں کے لئے ہے، اور کراہت بھی بظاہر تنزیہی ہے؛ کیوں کہ خود رسول اللہ ﷺ سے اس کا استعمال ثابت ہے:

لا بأس بالإثمد للرجال باتفاق المشائخ ، ویکرہ الکحل الأسود بالاتفاق اذا قصد به الزینة ، واختلفوا فیما إذا لم یقصد به الزینة ، عامتھم علی أنه لا یکرہ ، کذا فی جواھر الأخلاطی ۔ (۲)

مردوں کے لئے اثمد لگانے میں حرج نہیں، اس پر مشائخ کا اتفاق ہے؛ البتہ کالا سرمہ لگانا بالاتفاق مکروہ ہے؛ جب کہ اس سے زینت مقصود ہو اور زینت مقصود نہ ہو تو اختلاف ہے، عام فقہاء کی رائے ہے کہ اس میں کوئی کراہت نہیں۔

---

(۱) ترمذی ، باب فی الاکتحال :۱۸۳۱، حدیث نمبر:۱۷۵۷، نیز دیکھئے: شمائل ترمذی ، باب ماجاء فی کحل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر:۴۔

(۲) فتاویٰ عالمگیری:۳۵۹/۵، الباب العشرون فی الزینة واتخاذ الخادم للخدمة ۔

آج کل آنکھوں کی تزئین کے لئے ایک نیا طریقہ مصنوعی پلکوں کا بھی اختیار کیا گیا ہے، جسے اصلی پلکوں کے ساتھ لگایا جاتا ہے، اس سے بال گھنے اور سیاہ محسوس ہوتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے کے بال جوڑنے کو منع فرمایا ہے؛ اس لئے اگر دوسرے انسانی بال کی پلکیں بنائی جائیں، تو یہ ناجائز ہے، اگر انسانی بال کے علاوہ کسی اور چیز کی پلکیں بنائیں جائیں تو جائز ہوگا؛ مگر کراہت اس میں بھی ہوگی؛ کیوں کہ اس میں بھی ایک طرح تلبیس پائی جاتی ہے اور اگر الگ رنگ کی پلکیں ہوں، جس میں تلبیس کی کیفیت نہ ہو، تو پھر اس میں کراہت نہیں، بشرطیکہ جسمانی مضرت کا اندیشہ نہ ہو، اگر جسمانی مضرت کا اندیشہ ہو، تو یہ صورت بھی کراہت سے خالی نہ ہوگی۔

بالوں کو بہ تکلف شکن آلود کرنا

بالوں کی آرائش کا ایک طریقہ اسے بتکلف شکن آلود کرنا اور گھنگھر والا بنانا بھی ہے، یہ حرام و ناجائز تو نہیں ہے؛ کیوں کہ حدیث میں اس کی ممانعت وارد نہیں ہوئی ہے؛ لیکن ایک گونہ کراہت سے بھی خالی نہیں ہے؛ چنانچہ فقہاء نے داڑھی سے متعلق ممنوعات میں اسے بھی شمار کیا ہے۔(۱)

سر کے اوپر جوڑا

اسی طرح پورے بال کو جوڑ کر سر کے اوپر بالکل وسط میں جوڑا بنانا بھی کراہت کے دائرہ میں آتا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں :

> **صنفان من أهل النار لم أرهما ، قوم معهم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس ، ونساء كاسيات عاريات ، مائلات ، مميلات ، رؤسهن كأسنمة البخت المائلة لا يدخلن الجنة ولا يجدون ريحها ، وإن ريحها ليوجد من مسيرة كذا وكذا ۔ (۲)**
>
> اہل دوزخ کی دو قسمیں ہیں: میں نے ان کو (ابھی) دیکھا نہیں ہے: ایک وہ گروہ جس کے پاس بیل کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے، جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے، دوسرے وہ عورتیں جو لباس پہن کر بھی بے لباس ہوں گی، فریفتہ ہونے والیاں اور دوسروں کو فریفتہ کرنے والیاں، ان کے سر بختی اونٹنیوں کے ڈھلکتے ہوئے کوہانوں کی طرح ہوں گے، وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکیں گی اور اس کی خوشبو سے بھی محروم رہیں گی؛ حالاں کہ اس کی خوشبو اتنے اور اتنے (طویل) فاصلہ سے بھی محسوس کی جاسکتی ہے۔

---

(۱) دیکھئے: شرح مسلم للنووی: ۱/۱۲۹، باب خصال الفطرة۔

(۲) مسلم، حدیث نمبر: ۵۵۸۲، باب النساء الكاسيات العاريات المائلات المميلات۔

اس حدیث میں اونٹ کے کوہان کی طرح سروں کا ذکر کیا گیا ہے، جس میں ظاہر ہے کہ بطور تزئین و آرائش کے سر کے اوپر بال کا جوڑا بنانے کی طرف اشارہ تھا۔

بال کی تراش وخراش

بال کی تزئین سے متعلق ایک مسئلہ اس کی تراش وخراش کا بھی ہے، بال کس وضع کا رکھا جائے ؟—اس سلسلہ میں حدیث میں کوئی زیادہ تفصیل نہیں ملتی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے اس بارے میں لوگوں کو کسی خاص وضع کا پابند کرنے کے بجائے اس بات کی گنجائش رکھی ہے کہ لوگ اپنے اپنے ذوق کے مطابق بال رکھیں؛ البتہ تین باتوں کا لحاظ ضروری ہے :

۱- ایک یہ کہ سر کا کچھ حصہ منڈا ہوا اور کچھ حصہ میں بال ہو، یہ مکروہ ہے، اس کو عربی زبان میں ''قزع'' کہتے ہیں، زمانۂ جاہلیت میں اس طریقہ پر بھی بال رکھنے کا رواج تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا :

إن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن القزع ۔ (۱)

کیوں کہ اس طریقہ میں ناشائستگی، وحشت اور بدوضعی پوری طرح نمایاں ہے اور ذوقِ سلیم کے لئے گرانی کا باعث ہے، بیک وقت کچھ بال رکھنے اور کچھ بال منڈانے کی جتنی صورتیں ہوں وہ سب اس میں داخل ہیں، خواہ بیچ کا بال چھوڑا جائے اور چاروں طرف منڈا لیا جائے، یا چاروں طرف کا رکھا جائے اور بیچ کا منڈا دیا جائے، یا سر منڈا ہوا ہو اور بالوں کی لکیریں بنادی جائیں، یہ مختلف غیر مہذب طریقے آج کی نام نہاد مہذب مغربی دنیا کے نوجوانوں میں مقبول ہو رہے ہیں۔

۲- دوسرے: عورتوں کے لئے بال خوبصورتی کا ذریعہ اور صنفی پہچان کی حیثیت رکھتا ہے، اس لئے خواتین کے لئے بلا عذر بال منڈانا جائز نہیں :

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن تحلق المرأة رأسها ۔ (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو سر کے بال منڈانے سے منع فرمایا۔

فقہاء نے اس کی بھی صراحت کی ہے :

ولو حلقت المرأة رأسها ، فإن فعلت لوجع أصابها ، لا بأس به ، وإن فعلت ذلک تشبها بالرجال فهو مکروه ۔ (۳)

---

(۱) بخاری ، عن ابن عمرؓ، حدیث نمبر:۵۹۲۱،کتاب اللباس ، باب القزع ۔

(۲) نسائی:۳۷۵/۲،ترمذی:۱۸۲/۱،کتاب الحج ، باب ماجاء فی کراهية الحلق للنساء۔

(۳) الفتاوىٰ الهنديه:۳۵۸/۵،نیز دیکھئے:المغنی:۲۴/۱،محیط برهانی:۸۷/۸۔

اگر عورت اپنا سر منڈا لے تو اگر یہ سر کے درد کی وجہ سے ہو تو حرج نہیں اور اگر مردوں سے مشابہت کی بنیاد پر ہو تو مکروہ ہے۔

۳- تیسرے رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے؛ بلکہ ایسا کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے؛ اس لئے مرد اتنے لمبے بال رکھیں یا سر میں چوٹی باندھیں کہ ان کے عورت ہونے کا گمان ہونے لگے، یا عورتیں اس طرح بال تراشیں کہ ان کی وضع مردوں کی طرح ہو جائے، جائز نہیں، اگر اتنی مقدار میں نہ تراشیں تو جائز ہے؛ کیوں کہ آپ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات نے اپنے سر کے بال کانوں تک کر لئے تھے؛ کیوں کہ آپ کی وفات کے ملال کی وجہ سے انھیں زیب و زینت سے کوئی تعلق نہیں رہا تھا اور اس زمانہ میں بطور زینت کے لمبے بال ہی رکھے جاتے تھے :

وكان أزواج النبي صلى الله عليه وسلم ياخذن من رؤوسهن حتى تكون كالو فرة ۔ (۱)

حضور ﷺ کی ازواج مطہرات اپنے سر کے بال تراشا کرتی تھیں، یہاں تک کہ وہ کان تک آجاتا تھا۔

اس حدیث کی روشنی میں قاضی عیاض ؒ نے لکھا ہے :

وفيه دليل على جواز تخفيف شعور للنساء ۔ (۲)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عورتوں کے لئے اپنے بال میں تخفیف کرنا جائز ہے۔

کریم وغیرہ کا استعمال

تزئین و آرائش کا ایک طریقہ، جو قدیم زمانہ سے مروج رہا ہے، چہرہ پر ایسی چیز کا لگانا ہے، جس سے رنگت نکھر کر آئے اور چہرہ صاف ستھرا اور ایک حد تک خوش رنگ نظر آئے، آج کل اس سلسلے میں بہت سی نئی ایجادات بازار میں آگئی ہیں اور مختلف قسم کے پاؤڈر اور کریم اس کے لئے استعمال ہونے لگے ہیں، ایسی چیزوں کا استعمال دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے، اول : یہ کہ اس کی بناوٹ میں کوئی حرام چیز شامل نہ ہو، دوسرے : وہ پانی کے چہرہ تک پہنچنے میں رکاوٹ نہ ہو، یہ دوسری شرط ان لڑکیوں اور عورتوں کے لئے ہوگی، جن پر نماز پڑھنا فرض ہے۔

کیوں کہ شریعت میں اصل مباح ہونا ہے: ''**الاصل في الأشياء الإباحة**'' فقہاء احناف کے یہاں اس سلسلے میں صراحت نہیں ملی؛ لیکن فقہاء حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ عورت کے لئے چہرے کو خوبصورت اور سرخ بنانا کسی بھی ایسی چیز کے ذریعہ جائز ہے، جو زینت و آرائش کے لئے ہو :

---

(۱) مسلم، کتاب الحیض، باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابة، حدیث نمبر: ۷۲۸

(۲) فتح الملہم: ۱/۴۷۲۔

وفی الغنیة وجه : یجوز النمص بطلب الزوج ولها حلقه وحفه ، نص علیها ، وتحسینه بتحمیر ونحوه ...... ووجه فی الفروع وجها باباحة تحمیر ونقش وتطریف بإذن زوج فقط ۔ (۱)

غنیۃ میں ایک قول یہ ہے کہ شوہر کے مطالبہ پر چہرے کا بال اُکھاڑنا جائز ہے اور عورت کے لئے اس کا مونڈنا یا اُکھاڑنا درست ہے، امام احمدؒ نے اس کی صراحت کی ہے، نیز چہرے کو سرخ رنگ وغیرہ لگا کر خوبصورت بنانا وغیرہ درست ہے اور فروع میں اس قول کو درست قرار دیا ہے کہ صرف شوہر کی اجازت سے چہرے کو سرخ کرنا اور اس پر نقش اور ڈیزائن بنانا درست ہے۔

مختلف فقہاء حنابلہ نے عدت کے احکام ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عدت کی حالت میں عورت کے لئے چہرے پر سرخی لگانا اور بال اکھاڑنا جائز نہیں: ''وھو ترک زینة وطیب ...... وتحمیر وجه وحفه ونحوہ''(۲) اس زمانہ میں غالبًا چہرہ کو سرخ کرنے کے لئے ''کلکون'' اور سفید کرنے کے لئے ''اسفیداج'' اور چہرہ کو زرد بنانے کے لئے ''ایلوا'' کا استعمال کیا جاتا تھا، علامہ ابن قدامہ نے حالت عدت میں ان کو استعمال کرنے سے منع کیا ہے،(۳) — یہ بھی اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ اگر عورت عدت کی حالت میں نہ ہو، تو ان کا استعمال جائز ہے، غالبًا یہی نقطۂ نظر فقہاء شوافع کا بھی ہے؛ کیوں کہ وہ بھی خاص کر عدت کی حالت میں چہرے کو کسی چیز کے ذریعہ سرخ یا سفید بنانے سے منع کرتے ہیں۔(۴)

لپ اسٹک

اسی سے قریب ایک اور مسئلہ ہونٹوں پر لپ اسٹک لگانے کا ہے، ہونٹوں پر کسی چیز کا لگانا؛ تاکہ لب سرخ محسوس ہوں، زمانہ قدیم سے اس کا رواج رہا ہے؛ لیکن آج کل اس میں بڑا غلو ہو گیا ہے اور مختلف رنگ کے لپ اسٹک ایجاد ہو چکے ہیں؛ چوں کہ ان کے لگانے میں دھوکہ نہیں ہوتا؛ بلکہ دیکھنے والا واضح طور پر محسوس کرتا ہے کہ یہ رنگ اس کا فطری رنگ نہیں ہے، نیز عورتوں کے لئے جسم کو اس طور پر رنگ دار بنانے کی نظیر شریعت میں موجود ہے، جس کا رنگ عارضی ہو، جیسے مہندی؛ اس لئے اس شرط کے ساتھ لپ اسٹک کا استعمال جائز ہوگا کہ اس کی بناوٹ میں

(۱) الانصاف مع المقنع الشرح الکبیر: ۱/۲۷۱، فصل اختلف العلماء فی وقت الختان الخ ۔

(۲) منتھی الارادات ، کتاب العدة: ۴/۴۱۰، نیز دیکھئے: المعتمد: ۲/۲۰۸۔

(۳) دیکھئے: المغنی: ۱۱/۲۸۶، کتاب العدة ، ط : عالم الکتب الریاض۔

(۴) دیکھئے: کتاب المجموع: ۲۰/۲۴۔

کوئی حرام مادہ شامل نہ ہواور وہ پانی کے جسم تک پہنچنے میں رکاوٹ نہ ہو، ہاں! جن خواتین پر فی الحال نماز پڑھنی فرض نہ ہو یا نماز کے وقت اس کو آسانی سے دھوکر صاف کیا جاسکتا ہو، ان کے لئے اس کا استعمال جائز ہوگا؛ تاہم بہتر ہے کہ مسلم خواتین تزئین کی ایسی صورتوں سے اپنے آپ کو بچائیں؛ کیوں کہ یہ انسان کو فضول خرچی اور اسراف کے طرف لے جاتی ہے۔

آرائش کے کچھ اور طریقے

تزئین وآرائش کی ایک صورت رخسار وغیرہ پر مصنوعی تِل بنانا بھی ہے، یہ صورت کراہت سے خالی نہیں؛ کیوں کہ گو اس عمل کا اثر عارضی ہوتا ہے؛ لیکن اس میں ایک طرح کی تلبیس پائی جاتی ہے اور دیکھنے والے کو اس کے حقیقی اور فطری تِل ہونے کا گمان ہوتا ہے۔

○ تزئین وآرائش کی ایک صورت جو قدیم زمانہ سے مروج ہے، خواتین کا اپنے مسوڑھوں پر مسّی لگانا ہے، اس کا اثر عارضی ہوتا ہے نہ کہ مستقل، اور اس میں تلبیس کا پہلو بھی نہیں پایا جاتا؛ کیوں کہ دیکھنے والے پر اس کا یہ عمل مخفی نہیں رہتا۔

○ خواتین کے لئے ہاتھوں اور پاؤں میں مہندی کا استعمال جائز ہے؛ بلکہ مستحب ہے؛ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ایک خاتون نے ہاتھ بڑھایا، ان کے ہاتھ صاف تھے، یعنی مہندی لگی ہوئی نہیں تھی، رسول اللہ ﷺ نے اس پر ناگواری ظاہر فرمائی:

> **عن عائشةؓ قالت : أو مات إمرأة من وراء ستر بيدها كتاب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فقبض رسول الله صلى الله عليه وسلم يده ؟ فقال : ما أدرى أيد رجل أم يد امراة ؟ قالت : بل إمرأة ، قال : لو كنتِ إمرأة لغيرت أظفارك "يعنى بالحناء" ۔ (۱)**
>
> حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک خاتون نے پردے کے پیچھے سے اشارہ کیا، جن کے ہاتھ میں رسول اللہ ﷺ کے لئے کوئی تحریر تھی، آپ اس تحریر کو لینے سے رُک گئے، آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے نہیں معلوم یہ عورت کا ہاتھ ہے یا مرد کا؟ ان خاتون نے کہا: بلکہ عورت کا، آپ نے فرمایا کہ اگر تم عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں کو بدلا ہوتا، یعنی اس میں خضاب لگایا ہوتا۔

---

(۱) سنن ابی داؤد ، باب فی الخضاب للنساء، حدیث نمبر: ۴۱۶۶۔

اس لئے ہاتھ اور پاؤں میں مہندی لگانا تو خواتین کے لئے مسنون ہے؛ لیکن آج کل ہتھیلیوں سے اوپر کہنیوں تک بھی مہندی لگانے کا رواج ہے، یہ صورت بھی جائز ہے؛ کیوں کہ فی الجملہ عورتوں کے لئے مہندی کا جواز ثابت ہے اور ہاتھوں اور پاؤں کے علاوہ جسم کے دوسرے حصوں پر مہندی لگانے کی ممانعت منقول نہیں ہے اور عبادات کے علاوہ دوسرے اُمور میں اصل مباح ہونا ہے۔

○ ایک مسئلہ ہاتھوں اور پاؤں کے ناخنوں پر پالش لگانے کا بھی ہے، اس کی وجہ سے ناخن رنگین نظر آتے ہیں؛ لیکن اس سے دیکھنے والے کو کوئی دھوکہ نہیں ہوتا؛ بلکہ اس پر واضح ہوتا ہے کہ یہ ناخن کا اصل رنگ نہیں ہے؛ اس لئے ناخن پالش لگانے کی گنجائش ہے؛ لیکن یہ پالش ناخن تک پانی پہنچنے میں رکاوٹ ہوتے ہیں؛ اس لئے پالش کے رہتے ہوئے وضو درست نہیں ہوگا؛ اس لئے یا تو وہ عورتیں ایسے پالش کا استعمال کرسکتی ہیں، جو ادائیگی نماز کے فرض ہونے کی حالت میں نہ ہوں، یا پھر ضروری ہوگا کہ وہ نماز کے وقت پالش صاف کر کے وضو کریں۔

مستقل ذرائع

اوپر تحسین وتزئین کے لئے جن مستقل ذرائع کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے درج ذیل صورتیں علاج کے دائرہ میں آتی ہیں اور ان کا کرنا جائز ہے :

بال کی کھیتی

جس آدمی کے سر پر بال نہ ہو یا بہت کم بال ہوں، خاص کر اگر خواتین کے ساتھ یہ صورت حال درپیش ہو، تو ان کے لئے سر پر بالوں کی کھیتی جائز ہے؛ بشرطیکہ وہ انسانی بال نہ ہوں، جانوروں کے بال ہوں یا نائیلون وغیرہ کے دھاگے ہوں؛ کیوں کہ بالوں کے ساتھ انسانی بالوں کا جوڑنا جائز نہیں، حیوانات کے بال یا دھاگے وغیرہ جوڑنے کی فقہاء نے اجازت دی ہے، نیز اس کا مقصد صرف تزئین نہیں ہے؛ بلکہ ایک علاج بھی ہے؛ کیوں کہ جو شخص گنجا ہوتا ہے، وہ ایک نفسیاتی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے اور خواتین تو خاص کر اس سے دوچار ہوتی ہیں؛ کیوں کہ بال کی حیثیت عورت کے لئے ایک فطری زیور کی ہے۔

عیب دور کرنے کے لئے آپریشن

اگر آنکھیں ترچھی ہوں، ہونٹ کٹے ہوئے ہوں یا جسم پر جلنے یا کٹنے کے نشانات پڑ گئے ہوں یا کان کی وضع عام عادت کے خلاف ہو، تو پلاسٹک سرجری کے ذریعہ ان کو درست کرنے میں حرج نہیں؛ کیوں کہ گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تغییر سے مراد اس تخلیق میں تغیر پیدا کرنا ہے، جو عادۃً پائی جاتی ہے، اگر کسی آدمی کی تخلیق

میں کوئی چیز خلاف عادت پائی جائے ،تو اس کو دور کرنا جائز ہے ، چنانچہ فقہاء احناف نے صراحت کی ہے کہ اگر کسی شخص کو پانچ کے بجائے چھ انگلیاں ہوں،تو زائد انگلی کو کٹانا جائز ہے :

إذا أراد الرجل ان يقطع إصبعا زائدة أو شيئاً آخر ، قال نصيرؒ : إن كان الغالب على من قطع مثل ذلک الهلاک ، فإنه لا يفعل و إن كان الغالب هو النجا ة ، فهو فى سعة من ذلک ، رجل أو امرأة قطع الإصبع الزائد ة من ولده ، قال بعضهم : لا يضمن ولهما ولاية المعالجة ، وهو المختار ۔ (۱)

جب مرد زائد انگلی یا کسی دوسری زائد چیز کو کٹانا چاہے،تو علامہ نصیرؒ نے کہا ہے کہ اگر اس میں ہلاکت کا غالب اندیشہ ہو،تو ایسا نہیں کرے اور اگر غالب اُمید بچ جانے کی ہو،تو اس کی گنجائش ہے،کوئی مرد یا عورت اپنے بچے کی زائد انگلی کو کاٹے ،تو بعض لوگوں نے کہا کہ وہ ضامن نہیں ہوں گے؛ کیوں کہ والدین کو اپنے بچوں کے علاج کا اختیار حاصل ہے اور یہی قول مختار ہے۔

دوسرے فقہاء کے یہاں اس مسئلے میں کسی قدر اختلاف پایا جاتا ہے۔

جسم کو گودوانا

مستقل طریقۂ زینت میں سے ایک جسم کو گودوانا ہے ، یہ طریقہ اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں بھی مروج تھا،مغربی ممالک میں فی زمانہ یہ ایک فیشن کی صورت اختیار کر گیا ہے اور جسم کے مختلف حصوں کو گودوایا جاتا ہے، اور گودوانے میں مستقل ڈیزائن بھی اختیار کئے جاتے ہیں ، جیسے : پھول ، درخت ، سانپ ، بچھو،صلیب ، دیوتاؤں اور دیویوں کی تصویریں،شیر،گھوڑا وغیرہ، گودوانے کی یہ تمام شکلیں ناجائز ہیں؛چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

عن أبى هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال : لعن الله الواصلة والمستوصلة ، والواشمة والمستوشمة ۔ (۲)

''وشم'' کا طریقہ یہ تھا کہ جسم میں ہلکے سوراخ کر کے اسے سرمہ یا کسی اور رنگ سے بھر دیا جاتا تھا :

الواشمة فاعلة الوشم ، وهى أن تغرز إبرة أو نحوها فى ظهر الكف

(۱) المحيط البرهانى:۳۶۰/۵، كتاب الكراهية ، الباب الحادى والعشرون ۔

(۲) بخاری،حدیث نمبر:۵۹۳۳،باب الوصل فى الشعر۔

أو المعصم أو الشفة أو غير ذلک فی بدن المرأة حتی يسيل الدم ، ثم تحشو ذلک الموضع بالکحل أو النورة فيخضر وقد يفعل ذلک بدارات ونقوش وقد تکثره وقد تقلله ۔ (۱)

''واشم'' یہ ''وشم'' کا فاعل ہے، ''وشم'' سے مراد یہ ہے کہ ہتھیلی کی پشت یا کلائی یا ہونٹ یا عورت کے جسم کے کسی اور حصہ پر سوئی یا اس طرح کی کوئی اور چیز چبھوئی جائے، یہاں تک کہ خون بہہ پڑے، پھر اس جگہ کو سرمہ یا چونے سے بھر دیا جائے؛ چنانچہ وہ سبز ہوجائے اور کبھی ایسا حلقہ نما ڈیزائن اور نقوش بنانے کے لئے بھی کیا جاتا ہے، نیز کبھی اس کا استعمال زیادہ ہوتا ہے اور کبھی کم۔

اور آج بھی کم وبیش یہی صورت مروج ہے، گودوانا بذاتِ خود ناجائز ہے؛ لیکن اگر اس کے ساتھ جانور کی شکل کو نمایاں کیا جائے یا معبودانِ باطل کی تصویریں بنائی جائیں، تو یہ اور بھی زیادہ گناہ کا باعث ہے؛ بلکہ ان میں سے بعض صورتیں تو مشرکانہ افعال میں شامل ہیں؛ البتہ اگر گودوانے کے بجائے اس طرح کا ڈیزائن جسم پر ڈالا جائے، جسے بعد میں صاف کیا جاسکتا ہو، تو اس کی گنجائش ہے؛ کیوں کہ ممانعت ایسے فعل کی ہے، جو مستقل طور پر جسم کا حصہ بن جائے، اگر صرف کلر کے ذریعہ ڈیزائن ڈالا جائے، تو اس کو مہندی کے مماثل قرار دیا جاسکتا ہے؛ چنانچہ علامہ ابن قدامہ حنبلی نے خاص طور پر عدت کی حالت میں چہرہ اور ہاتھ وغیرہ پر نقش ونگار بنانے سے منع کیا ہے: ''**وان تنقش وجهها ويديها** ''(۲) یہ گویا اس بات کی صراحت ہے کہ عورت عدت میں نہ ہو، تو اس کے لئے ایسے نقش بنانا جائز ہے؛ مگر اس میں بھی شرط ہوگی کہ وہ معبودانِ باطل یا ذی روح کی تصویر کو شامل نہ ہو۔

دانت کی تزئین

انسان کے حسن وجمال میں دانت کا بھی بڑا نمایاں کردار ہوتا ہے، اگر دانت آگے کی طرف اُبھرے ہوئے ہوں، اندر کی طرف دبے ہوئے ہوں یا ایک دانت پر دوسرا دانت چڑھا ہوا ہو، تو اچھا خاصا خوبصورت آدمی بدشکل معلوم ہوتا ہے؛ اس لئے دانتوں کی آرائش کے لئے بھی مختلف صورتیں مروج ہیں، اور دانت کی تزئین کی بعض صورتوں سے متعلق آنحضور ﷺ کی واضح ہدایت بھی موجود ہے؛ چنانچہ دانتوں کے درمیان خوبصورتی کے لئے مصنوعی طور پر ہلکا فاصلہ پیدا کرنے کو آپ نے ناپسند فرمایا؛ بلکہ ایسی عورتوں پر آپ ﷺ نے لعنت بھیجی ہے، ایسی خواتین کو حدیث میں ''**متفلجات**'' کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، آج کل غالبًا اس قسم کا فیشن مروج نہیں ہے؛ لیکن بہرحال

---

(۱) الفتح الربانی: ۱۷/۲۹۷۔ (۲) المغنی: ۱۱/۲۸٦۔

اگر کہیں ایسا فیشن اختیار کیا جائے تو یہ درست نہیں ہوگا اور اسے اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی سمجھا جائے گا، اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ''وشر'' سے منع فرمایا ''وشر'' سے مراد دانتوں کو باریک بنانا ہے :

الوشر حد الأسنان وترقيقها بالمنشار ۔ (۱)

لیکن اگر کسی کے دانت پر دانت چڑھا ہوا ہو یا ایک زائد دانت ہو گیا ہو، عام طور پر لوگوں کے دانت جس طرح ہوتے ہیں، اس کے مقابلہ میں نکلا ہوا ہو یا اندر کو دبا ہوا ہو، جس سے چہرے کی وضع خراب معلوم ہوتی ہو، تو اس کو درست کر دینا علاج کی قبیل سے ہے؛ اس لئے کہ یہ انسان کی اس تخلیقی وضع کے مطابق نہیں ہے، جو عادۃً ہوا کرتی ہے، جیسا کہ چھٹی انگلی کو کاٹنے کی اجازت دی گئی ہے، خاص کر اگر اس سے کھانے میں یا چبانے میں یا گفتگو میں فرق آتا ہو، تب تو اس کا جائز ہونا ظاہر ہے :

ويستثنى من ذلک ما يحصل به الضرر والأذية كمن يكون لها سن زائدة أو طويلة تعيقها فى الأكل وإصبع زائدة تؤذيها ، فيجوز ذلک ، والرجل فى هذا الأخير كالمرأة ۔ (۲)

اور اس ممانعت سے ایسی صورت مستثنیٰ ہے، جس سے نقصان یا تکلیف پیدا ہوتی ہو، جیسے اس کو زائد یا طویل دانت ہو، جس سے کھانے میں تکلیف ہوتی ہو یا زائد انگلی ہو، جو اس کے لئے تکلیف دہ ہو، تو ایسا کرنا جائز ہے اور اس مسئلہ میں مرد و عورت کا حکم یکساں ہے۔

دانت سے متعلق ایک مسئلہ سونے اور چاندی کے دانت کا بھی ہے، اگر بہ طور علاج سونے یا چاندی کا دانت بنایا جائے، تو یہ جائز ہوگا؛ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عرفجہ کو پہلے چاندی کا پھر سونے کا دانت بنانے کی اجازت دی ہے، اگر اس کا مقصد صرف زیبائش و آرائش ہو، تو قدرتی دانت اُکھاڑ کر اس کی جگہ سونے یا چاندی کا دانت لگانا جائز نہیں ہوگا، اگر اصل دانت اکھڑ گیا ہو، تو مردوں کے لئے تو اس صورت میں بھی بلا عذر سونے یا چاندی کا دانت لگانا درست نہیں ہوگا؛ کیوں کہ مردوں کو سوائے چاندی کے انگوٹھی کے ان دھاتوں کے استعمال کی ممانعت ہے، ہاں! اگر کسی وجہ سے معالج کا مشورہ ہو تو سونے اور چاندی کا دانت لگا سکتا ہے، خواتین کے لئے سونے یا چاندی کا دانت لگانے کی گنجائش ہوگی؛ کیوں کہ ان کے لئے بہ طور زینت بھی سونے چاندی کا استعمال جائز ہے۔

---

(۱) تفسیر طبری: ۵۶۱/۲، مع تحقيق الدكتور بسشار عواد عصام فارس۔

(۲) تحفة الأحوذی: ۵۵/۸۔

مستقل طریقۂ زینت کی کچھ اور صورتیں

مستقل طریقۂ ہائے زینت میں بعض وہ ہیں، جو خلق اللہ کی تغییر کے دائرہ میں آتے ہیں؛ کیوں کہ ان کی تخلیقی وضع خلاف عادت نہیں ہیں اور وہ یہ ہیں :

(الف) ناک پھیلی ہوئی ہو، اسے آپریشن کے ذریعہ پتلی اور نوکدار بنایا جائے، یا زیادہ اونچی ہو، اسے معتدل بنایا جائے۔

(ب) ہونٹ موٹے ہوں اور انھیں آپریشن کے ذریعہ باریک بنا جائے۔

(ج) رخسار چپکے ہوئے ہوں، انھیں آپریشن کے ذریعے اُبھارا جائے یا چہرہ چوڑائی لئے ہوا ہو اور انھیں گول بنایا جائے۔

(د) ٹھوڑیوں کو آپریشن کے ذریعہ ہموار اور خوش وضع بنایا جائے۔

(ہ) پستان زیادہ ابھرے ہوئے ہوں، انھیں کم کیا جائے یا چھوٹے ہوں، انھیں اُبھارا جائے۔

(و) جسم کے مختلف حصوں میں عمر کے لحاظ سے جو جھریاں پڑ جاتی ہیں، انھیں آپریشن کے ذریعہ دور کیا جائے۔

یہ ساری صورتیں اللہ تعالیٰ کی خلقت میں محض زیادہ سے زیادہ خوبصورت نظر آنے کے تحت کی جانے والی تبدیلیاں ہیں؛ اس لئے یہ جائز نہیں ہیں۔

بعض صورتیں ایسی ہیں، جو بطور علاج بھی کی جاتی ہیں اور تحسین وتزئین کے طور پر بھی، جیسے پیٹ اور کولہے سے چربی کی تہیں آپریشن کے ذریعہ نکالنا، اس سے انسان خوبصورت بھی نظر آتا ہے اور بعض دفعہ علاج کے طور پر بھی ایسا کرنے پر مجبور ہوتا ہے؛ کیوں کہ حد اعتدال سے زیادہ موٹاپا بھی انسان کے لئے بہت تکلیف دہ ہوتا ہے؛ اس لئے ان صورتوں کا حکم آپریشن کرانے والوں کی نیت کے اعتبار سے ہوگا، اگر اس نے علاج کی نیت سے کیا ہے تو یہ جائز ہوگا اور اگر اس کے پیچھے جذبہ حسن نمائی کارفرما ہو، تو جائز نہیں ہوگا، **إنما الاعمال بالنیات**۔

جو صورتیں جائز نہیں ہیں، جیسے ناک یا ہونٹ کی وضع کو درست کرنا وغیرہ، جن کی ممانعت پر کوئی نص موجود نہیں ہے، اگر سخت مجبوری درپیش ہو، تو اس کی اجازت ہوسکتی ہے، جیسے ناک یا ہونٹ کے غیر معمولی طور پر بدوضع ہونے کی وجہ سے کسی لڑکی کا رشتہ طے نہ ہونے پائے یا کوئی شوہر اپنی بیوی کو اس طرح کے آپریشن پر مجبور کرے اور اندیشہ ہو کہ اگر وہ اس پر عمل نہیں کرے گی، تو اسے تکلیف دی جائے گی یا طلاق دے دی جائے گی، تو یہ خاص صورتیں مجبوری کی ہیں اور ان حالات میں شریعت کے قاعدہ: ''**الضرورات تبیح المحظورات**'' کے تحت اصل فعل کے ناجائز ہونے کے باوجود ایسی لڑکیوں اور عورتوں کے لئے تجمیلی آپریشن کرالینا جائز ہوگا۔

○ ○ ○